قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

ہفتہ 21/جنوری 2023ء | 28/جمادی الثانی 1444 ہجری قمری | 21/صلح 1402 ہجری شمسی | جلد:5 | شمارہ:18

ارشادِ باری تعالیٰ

وَاعۡبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشۡرِکُوۡا بِہٖ شَیۡئًا وَّبِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡیَتٰمٰی وَالۡمَسٰکِیۡنِ وَالۡجَارِ ذِی الۡقُرۡبٰی وَالۡجَارِ الۡجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَنۡۢبِ وَابۡنِ السَّبِیۡلِ ۙ وَمَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا ﴿۳۷﴾

(النساء: 37)

ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

فرمانِ رسولؐ

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ نے فرمایا: کہ اللہ عزوجل قیامت کے روز فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار تھا تو نے میری عیادت نہیں کی۔ بندہ کہے گا۔ اے میرے رب! میں تیری عیادت کیسے کرتا جبکہ تو ساری دنیا کا پروردگار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ کیا تجھے پتہ نہیں چلا کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا تو تو نے اس کی عیادت نہیں کی تھی۔ کیا تجھے معلوم نہ تھا کہ اگر تم اس کی عیادت کرتے تو مجھے اس کے پاس پاتے۔ اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا طلب کیا تو تو نے مجھے کھانا نہیں دیا۔ اس پر ابن آدم کہے گا۔ اے میرے رب! میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا جب کہ تو تو رب العالمین ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ تجھے یاد نہیں کہ تجھ سے میرے فلاں بندے نے کھانا مانگا تھا تو تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تھا۔ کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر تم اسے کھانا کھلاتے تو تم میرے حضور اس کا اجر پاتے۔

اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا مگر تو نے مجھے پانی نہیں پلایا تھا۔ ابن آدم کہے گا۔ اے میرے رب! میں تجھے کیسے پانی پلاتا جب کہ تو ہی سارے جہانوں کا رب ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ تجھ سے میرے فلاں بندے نے پانی مانگا تھا۔ مگر تم نے اسے پانی نہ پلایا۔ اگر تم اس کو پانی پلاتے تو اس کا اجر میرے حضور پاتے۔

(مسلم کتاب البر والصلۃ باب فضل عیادۃ المریض)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

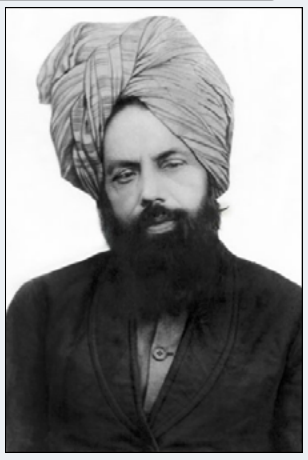

- یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

(اشتہار تکمیل تبلیغ 12/ جنوری 1889ء)

- مجھے بہت ہی رنج ہوتا ہے جب میں آئے دن یہ دیکھتا اور سنتا ہوں کہ کسی سے یہ سرزد ہوا اور کسی سے وہ۔ میری طبیعت ان باتوں سے خوش نہیں ہوتی۔ میں جماعت کو ابھی اس بچہ کی طرح پاتا ہوں جو دو قدم اٹھاتا ہے تو چار قدم گرتا ہے۔ لیکن میں یقین رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس جماعت کو کامل کر دے گا۔ اس لیے تم بھی کوشش، تدبیر، مجاہدہ اور دعاؤں میں لگے رہو کہ خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے کیونکہ اس کے فضل کے بغیر کچھ بنتا ہی نہیں۔ جب اس کا فضل ہوتا ہے تو وہ ساری راہیں کھول دیتا ہے۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 219 ایڈیشن 1988ء)

- غرض نوع انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے۔ مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ اس پہلو میں بڑی کمزوری ظاہر کی جاتی ہے۔ دوسروں کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ ان پر ٹھٹھے کیے جاتے ہیں۔ ان کی خبر گیری کرنا اور کسی مصیبت اور مشکل میں مدد دینا تو بڑی بات ہے۔ جو لوگ غرباء کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش نہیں آتے بلکہ ان کو حقیر سمجھتے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ خود اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جاویں۔ اللہ تعالیٰ نے جن پر فضل کیا ہے اس کی شکر گزاری یہی ہے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ احسان اور سلوک کریں۔ اور اس خداداد فضل پر تکبر نہ کریں اور وحشیوں کی طرح غرباء کو کچل نہ ڈالیں۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 438-439)

- حق اور انصاف پر قائم ہو جاؤ۔ اور چاہئے کہ ہر ایک گواہی تمہاری خدا کے لئے ہو، جھوٹ مت بولو، اگرچہ سچ بولنے سے تمہاری جانوں کو نقصان پہنچے یا اس سے تمہارے ماں باپ کو ضرر پہنچے اور قریبیوں کو۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 361)

فرمانِ خلیفۂ وقت

یہ جماعت احمدیہ کا ہی خاصہ ہے کہ جس حد تک توفیق ہے خدمت خلق کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہے اور جو وسائل میسر ہیں ان کے اندر رہ کر جتنی خدمت خلق اور خدمت انسانیت ہو سکتی ہے کرتے ہیں، انفرادی طور پر بھی اور جماعتی طور پر بھی۔ تو احباب جماعت کو جس حد تک توفیق ہے بھوک مٹانے کے لئے، غریبوں کے علاج کے لئے، تعلیمی امداد کے لئے، غریبوں کی شادیوں کے لئے، جماعتی نظام کے تحت مدد میں شامل ہو کر بھی عہد بیعت کو نبھاتے بھی ہیں اور نبھانا چاہئے بھی۔ اللہ کرے ہم کبھی ان قوموں اور حکومتوں کی طرح نہ ہوں جو اپنی زائد پیداوار ضائع تو کر دیتی ہیں لیکن دُکھی انسانیت کے لئے صرف اس لئے خرچ نہیں کرتیں کہ ان سے ان کے سیاسی مقاصد اور مفادات وابستہ نہیں ہوتے یا وہ مکمل طور پر ان کی ہر بات ماننے اور ان کی Dictation لینے پر تیار نہیں ہوتے۔ اور سزا کے طور پر ان قوموں کو بھوکا اور ننگا رکھا جا رہا ہے اور ننگا رکھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ کو پہلے سے بڑھ کر خدمت انسانیت کی توفق عطا فرمائے۔

یہاں ایک اور بات بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جماعتی سطح پر یہ خدمت انسانیت حسب توفیق ہو رہی ہے۔ مخلصین جماعت کو خدمت خلق کی غرض سے اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہے، وہ بڑی بڑی رقوم بھی دیتے ہیں جن سے خدمت انسانیت کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے افریقہ میں بھی اور ربوہ اور قادیان میں بھی واقفین ڈاکٹر اور اساتذہ خدمت بجا لا رہے ہیں۔ لیکن مَیں ہر احمدی ڈاکٹر، ہر احمدی ٹیچر اور ہر احمدی وکیل اور ہر وہ احمدی جو اپنے پیشے کے لحاظ سے کسی بھی رنگ میں خدمت انسانیت کر سکتا ہے، غریبوں اور ضرورتمندوں کے کام آسکتا ہے، ان سے یہ کہتا ہوں کہ وہ ضرور غریبوں اور ضرورتمندوں کے کام آنے کی کوشش کریں۔

(خطبہ جمعہ 12/ ستمبر 2003ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

اس شمارہ میں

- انہیں ہیرو بنایا جا رہا ہے (منظوم)
- الفضل کی خواہش میرے لیے ایسی ہی تھی جیسے ثُریا کی خواہش
- ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام
- دلچسپ و مفید واقعات و حکایات
- اپنے جائزے لیں

دربارِ خلافت

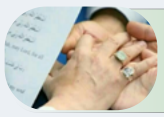

اگر قوتِ علمی کسی میں ہو تو عمل کی جو کمزوری علم کی وجہ سے ہوتی ہے، وہ دور ہو جاتی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

اس کے ساتھ ہی جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ قوتِ علمی ہے، اگر قوتِ علمی کسی میں ہو تو عمل کی جو کمزوری علم کی وجہ سے ہوتی ہے، وہ دور ہو جاتی ہے۔ جس کے لئے عام دنیاوی مثال یہ ہے کہ بچپن کی بعض عادتیں بچوں میں ہوتی ہیں۔ کسی کو مٹی کھانے کی عادت ہے تو جب اس کے نقصان کا علم ہوتا ہے تو پھر وہ کوشش کر کے اس سے اپنے آپ کو روکتا ہے۔ اَور بہت سی عادتیں ہیں۔ مثلاً ایک بچی کا مجھے پتا ہے کہ اُسے یہ عادت تھی کہ رات کو سوتے ہوئے اپنے بال نوچتی تھی اور زخمی کر لیتی تھی۔ لیکن اب بڑی ہو رہی ہے تو آہستہ آہستہ اُس کو احساس بھی ہو رہا ہے اور کوشش کر کے اس عادت سے چھٹکارا پا رہی ہے۔ تو یہ عادت بہر حال علم ہونے سے ختم ہو جاتی ہے۔

پس اسی طرح جس کو کچھ خدا کا خوف ہے، اگر اُسے عمل کے گناہ کا اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا صحیح احساس دلا دیا جائے اور اسے اس بات پر مضبوط کر دیا جائے کہ گناہ سے اللہ تعالیٰ کس طرح ناراض ہوتا ہے تو پھر وہ گناہ سے بچ جاتا ہے۔

پھر تیسری چیز جس سے عملی کمزوری سرزد ہوتی ہے وہ عملی قوت کا فقدان ہے۔ بعض لوگ شاید یہ سمجھ رہے ہوں کہ یہ باتیں دوہرائی جا رہی ہیں۔ بیشک بعض باتیں ایک لحاظ سے دوہرائی جا رہی ہیں لیکن مختلف زاویوں سے اس کا ذکر ہو رہا ہے تا کہ سمجھ آ سکے۔

بہر حال واضح ہو کہ قوتِ عملیہ کی کمی یا قوتِ عملیہ نہ ہونے کے بھی بعض اسباب ہیں۔ مثلاً ایک سبب عادت ہے۔ ایک شخص میں قوتِ ارادی بھی ہوتی ہے، علم بھی ہوتا ہے لیکن عادت کی وجہ سے مجبور ہو کر وہ عمل میں کمزوری دکھا رہا ہوتا ہے۔ یا ایک شخص جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے لیکن مادّی اشیاء کے لئے جذباتِ محبت یا مادی نقصان کے خوف سے جذباتِ خوف غالب آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے سے انسان محروم رہ جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے اندرونی کے بجائے بیرونی علاج کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جو بیرونی علاج کیا جائے اسی سے قوتِ عمل میں بہتری پیدا ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے صحیح سہارے کی ضرورت ہے۔ اگر صحیح سہارا مل جائے تو بہتری آ سکتی ہے۔ پس اصلاح کے لئے اس صحیح سہارے کی تلاش کی ضرورت ہے۔ ایک شخص کو اگر پہلے سے کسی بات کا علم ہو تو یہ اصلاح کے لئے تو نہیں ہو سکتا۔ اس کو یہ علم ہے کہ انسان جب گناہ جب کرے تو خدا تعالیٰ کا غضب ہوتا ہے۔ اسے خدا تعالیٰ کے غضب سے خوف دلانا یا خدا تعالیٰ کی محبت کے حاصل کرنے کی اُسے تلقین کی جائے جبکہ اُسے پہلے ہی اس کا علم ہے تو یہ اُسے کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ ان باتوں کا تو اُسے علم ہے۔ قوتِ ارادی بھی اُس میں ہے لیکن کامل نہیں۔ علم جیسا کہ ذکر ہوا اُسے ہم نے بھی دیا اور اُسے پہلے بھی ہے مگر خدا تعالیٰ کی محبت اور اُس کے غضب کا خوف دل کے زنگ کی وجہ سے دل پر اثر نہیں کر سکتے۔ اب اُس کے لئے کسی اَور چیز کی ضرورت ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اُس کی نظروں سے اوجھل ہے۔ وہ یہی کہتا ہے ناں کہ خدا تعالیٰ تو مجھے نظر نہیں آ رہا۔ سامنے کی چیزیں تو نظر آ رہی ہیں۔ جس کا ایمان اتنا کامل نہیں تو خدا تعالیٰ بھی اُس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس لئے وہ خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ ایسے لوگوں کے لئے بعض دوسرے بندے ہوتے ہیں جن سے وہ ڈر جاتا ہے۔ پس ایسے شخص کے دل میں اگر بندے کا رعب ڈال دیں یا مادی طاقت سے کام لے کر اُس کی اصلاح کریں تو اس کی بھی اصلاح ہو سکتی ہے بشرطیکہ وہ طاقت دنیاوی قانون کی طرح سیاسی مصلحت کی وجہ سے ڈر کر اصلاح سے پیچھے ہٹنے والی نہ ہو۔ جیسے آجکل کے دنیاوی قانون ہیں۔ بہر حال یہ تینوں قسم کے لوگ دنیا میں موجود ہیں اور دنیا میں یہ بیماریاں بھی موجود ہیں۔ بعض ایسے لوگ ہیں جن کے عمل کی کمزوری کی وجہ ایمان میں کامل نہ ہونا ہے۔ بعض لوگ ایسے ہیں جن میں عمل کی کمزوری اس وجہ سے ہے کہ اُن کا علم کامل نہیں ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ایمان اور علم رکھتے ہیں لیکن دوسرے ذرائع سے اُن پر ایسا زنگ لگ جاتا ہے کہ دونوں علاج اُن کے لئے کافی نہیں ہوتے اور بیرونی علاج کی ضرورت ہوتی ہے، کسی سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے کسی کی ہڈی ٹوٹ جائے تو بعض دفعہ ہڈی جوڑنے کے لئے پلستر لگا کر باہر سہارا دیا جاتا ہے۔ بعض دفعہ آپریشن کر کے پلیٹیں ڈالی جاتی ہیں تا کہ ہڈی مضبوط ہو جائے اور پھر آہستہ آہستہ ہڈی جڑ جاتی ہے اور وہ سہارے دُور کر دیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح بعض انسانوں کے لئے کچھ عرصے کے لئے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ یہ سہارا اُس میں اتنی طاقت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ خود فعال ہو جاتا ہے اور عملی کمزوریاں دُور ہو جاتی ہیں۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 447 تا 450 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 10/ جولائی 1936ء)

پس جیسا کہ مَیں نے گزشتہ خطبہ میں بھی کہا تھا کہ ہمارا نظامِ جماعت، ہمارے عہدیدار، ہماری ذیلی تنظیمیں ان عملی کمزوریوں کو دُور کرنے کا ذریعہ بنیں۔ لیکن اگر خود ہی یہ لوگ جن کی قوتِ ارادی میں کمی ہے، ان عہدیداروں کے بھی اور باقی لوگوں کے بھی علم میں کمی ہے، عملی کمزوری ہے تو وہ کسی کا سہارا کس طرح بن سکیں گے۔ پس جماعتی ترقی کے لئے نظام کے ہر حصے کو، بلکہ ہر احمدی کو اپنا جائزہ لیتے ہوئے اپنی اصلاح کی بھی ضرورت ہے اور اپنے دوستوں اور قریبیوں کا سہارا بننے کی ضرورت ہے جو کمزوریوں میں مبتلا ہیں تا کہ جماعت کا ہر فرد عملی اصلاح کے اعلیٰ معیاروں کو چھونے والا بن جائے اور اس لحاظ سے وہ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(خطبہ جمعہ 17/ جنوری 2014ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

انہیں ہیرو بنایا جا رہا ہے

بہت ڈالر کو پوجا جا رہا ہے
ضمیروں کو خریدا جا رہا ہے

جو جتنی گالیاں دے گا زیادہ
اُنہیں اتنا نوازا جا رہا ہے

ترے قدموں کی خوشبو ہے یقیناً
ترے گاؤں کو رستہ جا رہا ہے

ابھی تو پھول گاتے پھر رہے تھے
جہاں تابوت رکھا جا رہا ہے

علامت امن کی دُنیا میں ہیں جو
اُنہیں چُن چُن کے مارا جا رہا ہے

یہاں فاقہ کشی سے تنگ آ کر
جگر گوشوں کو بیچا جا رہا ہے

ہنر عیبوں میں ڈھلتے جا رہے ہیں
غلط کو ٹھیک سمجھا جا رہا ہے

جو پاکستان کی ”پ“ کے تھے دُشمن
انہیں ہیرو بنایا جا رہا ہے

جلائیں امن کو یا دفن کر دیں
یہ ملّاؤں سے پوچھا جا رہا ہے

جو کافر کو بناتے ہیں مسلماں
انہیں کافر بنایا جا رہا ہے

عبدالکریم قدسی۔ امریکہ

اداریہ

الفضل کی خواہش میرے لیے ایسی ہی تھی جیسے ثُریا کی خواہش
(بانی الفضل)

بانی الفضل حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد مصلح موعود و خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے الفضل کے حوالہ سے بہت قیمتی اور اہم ارشادات فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک ارشاد یہ ہے کہ

”یہ اخبار ثُریا کے پاس ایک بلند مقام پر بیٹھا تھا۔ اس کی خواہش میرے لیے ایسی ہی تھی جیسے ثُریا کی خواہش۔ نہ وہ ممکن تھی نہ یہ۔ آخر دل کی بیتابی رنگ لائی۔ امید بر آنے کی صورت پیدا ہوئی اور کامیابی کے سورج کی سرخی افق مشرق سے دکھائی دینے لگی۔“

(انوار العلوم جلد 8 صفحہ 369)

اس ارشاد میں بیان مضمون کو آگے جاکر زیر بحث لایا جائے گا۔ آغاز پر ثُریا کے معانی بیان کرنا ضروری ہیں۔ ثاء پر پیش کے ساتھ لفظ ثُریا (Pleiades) چند ستاروں کے جھرمٹ کا نام ہے جو آسمان پر بہت دلکش اور خوبصورت نظر آتا ہے۔ اس کا زمین سے فاصلہ باقی ستاروں سے بلند ہے۔ الغرض ثُریا کا لفظ بلند ترین مقام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

لَوْکَانَ الْاِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَنَالَہٗ رِجَالٌ مِّنْ ھٰٓؤُلَآءِ

اگر ایمان ثُریا کے پاس بھی پہنچ گیا یعنی زمین سے اٹھ گیا تو ان لوگوں میں سے کچھ لوگ اس کو واپس لے آئیں گے۔

(حدیقة الصالحین صفحہ 892-893)

شعراء نے بھی ثُریا کے لفظ کو بلندی کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ جیسے علامہ اقبال کوہ ہمالیہ کو مخاطب ہو کر کہتے ہیں:

؎ چوٹیاں تیری ثُریا سے ہیں سرگرم سخن

اگر کسی کی بلندی کو ارفع مقام سے تعبیر کرنا ہو تو کہتے ہیں کہ آسمان سے باتیں کر رہی ہے یا کر رہا ہے۔ ہمالیہ کی چوٹیاں ثریا سے باتیں کر رہی ہیں۔

شیخ سعدی کا ایک فارسی شعر ہمارے لٹریچر میں کثرت سے ملتا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

کہ اگر معمار عمارت بناتے وقت بنیادی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھے گا تو اس کے اوپر جو دیواریں اٹھائے گا وہ ثُریا تک لے جائے وہ ٹیڑھی ہی رہیں گی۔

ثُریا کے مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے اگر حضرت مصلح موعودؓ کے بین السطور میں بیان ارشاد کو ایک بار پھر پڑھا جائے تو اخبار (الفضل) کی اہمیت، افادیت اور اس کی برکات اور فوقیت پہلے سے زیادہ کھل کر سامنے آتی ہیں۔

”یہ اخبار (اشارہ الفضل کی طرف ہے) ثُریا کے پاس ایک بلند مقام پر بیٹھا تھا۔ اس کی خواہش میرے لیے ایسی ہی تھی جیسے ثُریا کی خواہش۔ نہ وہ ممکن تھی نہ یہ۔ آخر دل کی بیتابی رنگ لائی۔ امید بر آنے کی صورت پیدا ہوئی اور کامیابی کے سورج کی سرخی افق مشرق سے دکھائی دینے لگی۔“

(انوار العلوم جلد 8 صفحہ 369)

اب اس ارشاد میں سے ایک ایک فقرہ کو زیر بحث لاتے ہیں۔

- **یہ اخبار ثُریا کے پاس ایک بلند مقام پر بیٹھا تھا**

اس فقرہ سے الفضل کی اہمیت اور اس کے مقام کا اندازہ بآسانی لگایا جا سکتا ہے۔ جس طرح ثُریا بلند ترین جگہ ہے اور ارفع و اعلیٰ مقام سے تعبیر کی جاتی ہے اسی طرح الفضل کا مقام ثُریا کی طرح اعلیٰ و ارفع ہے۔ بلکہ اس زیر بحث فقرہ پر غور کیا جائے تو اس اخبار کا تو ثُریا سے بھی بلند مقام ہے کیونکہ فرمایا ثُریا کے پاس ایک بلند مقام پر براجمان ہونے کا ذکر ہے۔

- **اس کی خواہش میرے لیے ایسی ہی تھی جیسے ثُریا کی خواہش**

اس فقرہ سے حضرت مصلح موعودؓ کی الفضل سے محبت عیاں ہوتی ہے۔ ہر انسان کو روحانی اور مادی بلندیوں کا سفر کرنے اور بلندیاں پانے کی خواہش ہوتی ہے کہ میرا مقام، میرا اقبال بلند ہو اور وہ ترقیات کے لیے جہاں دعائیں کرتا ہے وہاں کوشش بھی کرتا ہے۔ سو حضرت مصلح موعودؓ اس کو زمین پر لانے کی خواہش کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس طرح انسان کی خواہش ثُریا پر جانے کی ہوتی ہے۔ میری بھی یہ خواہش تھی کہ میں ثُریا پر جا کر اس کو زمین پر لاؤں اور ساتھ ہی ”نہ وہ ممکن تھی نہ یہ“ کے الفاظ میں ان دونوں خواہشات کے ممکنات میں نہ ہونے کا ذکر فرمایا۔ لیکن مَنْ جَدَّ وَجَدَ کے اصول کے مطابق جو انسان کوشش کرتا ہے، تگ و دو کرتا ہے وہ آخر اپنے ہدف کو پالیتا ہے۔

- **آخر دل کی بیتابی رنگ لائی**

بالآخر حضرت خلیفة المسیح الاوّلؓ کی دعائیں اور حضرت خلیفة المسیح الثانیؓ کی دن رات کی کوششیں و دعائیں رنگ لائیں۔ اس اخبار کے لیے دل بہت بے تاب تھا اور جب انسان کی خواہش میں دل بیتاب ہو تو اللہ تعالیٰ دعاؤں اور کوششوں کو قبول فرماتا ہے۔ چنانچہ 18/ جون 1913ء کا وہ مبارک دن تھا جب اس بے تاب دل نے پختہ ارادوں کے ساتھ اس کو اشاعت کا رنگ دے ہی دیا۔

- **امید بر آنے کی صورت پیدا ہوئی اور کامیابی کے سورج کی سرخی افق مشرق سے دکھائی دینے لگی**

کیا پیاری تشبیہ دی ہے الفضل کو سورج کی روشنی بالخصوص چڑھتے سورج کی لالی سے۔ جب سورج طلوع ہوتا ہے وہ بالآخر روشن ہوتا رہتا ہے اور اس کی تمازت موسم سرما میں بھلی محسوس ہوتی ہے اور موسم گرما میں انسانی طبائع میں مزید گرمائش پیدا کرتی ہے۔ یہی کیفیت الفضل کی ہے۔ اس میں ایمانی، روحانی و دینی تعلیمات کی گرمائش انسان کی طبیعت میں خوشکن ماحول پیدا کرتی ہے۔ یہ مادی سورج طلوع کے بعد بسا اوقات بادلوں کے نرغے میں آجاتا ہے۔ الفضل پر بھی گاہے بگاہے بادلوں کے سائے رہے ہیں اور مخالفین کی طرف سے پابندیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ ایشین ممالک میں جیسے سورج مشرق سے طلوع ہو کر مغرب کی طرف کا سفر کرتا ہے بعینہٖ اخبار الفضل نے مشرق افق قادیان، لاہور اور ربوہ سے طلوع ہو کر مغرب کی طرف اپنا سفر جاری رکھا اور اب گزشتہ تین سالوں سے مغرب میں اپنی روشنی اور گرمائش سے مومنوں کو متمتع کر رہا ہے اور اس کی کرنیں کیا بلاد عربیہ میں، کیا یورپ میں، کیا مغرب میں، کیا بلاد شرقیہ میں برابر علم و تقویٰ، نیکی کی روشنی پھیلا رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے امام ہمام حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کو جزائے خیر عطا فرمائے جنہوں نے پاکستان میں بندش اور پابندیوں کی زنجیریں توڑ کر اس اخبار کو مغرب سے جاری فرمایا اور آج 5لاکھ سے زائد ستارے اس روحانی سورج سے روشنی لے کر اپنے اپنے علاقوں میں روشنی مہیا کر رہے ہیں۔ اس روشن سورج کے حق میں اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ وَبَارِكْ لِلْعَالَمِیْن کی دعا کرتے ہوئے اس آرٹیکل کا اختتام کرتے ہیں۔

نعمتیں چُن دی گئیں ہیں اس کے ہر قرطاس پر
میوہ ہائے دین کا الفضل، دستر خوان ہے

(ابو سعید)

دعا کا تحفہ
سوتے وقت کی دعا

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت یہ دُعا پڑھتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِوَجْھِكَ الْكَرِیْمِ وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا اَنْتَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهٖ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ تَكْشِفُ الْمَغْرَمَ وَالْمَاْثَمَ اَللّٰھُمَّ لَا یُھْزَمُ جُنْدُكَ وَلَا یُخْلَفُ وَعْدُكَ وَلَا یَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ

(ابوداؤد کتاب الادب)

ترجمہ: اے اللہ! میں تیرے عزت والے چہرے کی پناہ میں آتا ہوں اور تیرے کامل اور مکمل کلمات کی پناہ میں آتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو تیرے قبضہ قدرت میں ہے۔ اے اللہ! تو ہی چٹّی اور گناہ (کے بوجھ) دور کرتا ہے۔ اے اللہ! تیرا لشکر پسپا نہیں کیا جاتا نہ تیرے وعدے کے خلاف کیا جاتا ہے اور کسی بزرگی والے کو تیرے مقابل پر کوئی بزرگی فائدہ نہیں پہنچاتی۔ تو اپنی تعریفوں کے ساتھ پاک ہے۔

(مناجات رسولؐ از خزینة الدعا مرتبہ علامہ شیخ ایم طارق ایڈیشن 2014ء صفحہ 121)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

امۃ الباری ناصر۔ امریکہ

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام

دعا سے بارانِ رحمت

قسط 6

(یہ مضمون قریب الاختتام ہے۔ جب تمام اقساط کا جائزہ لیا گیا تو قسط 6 بوجوہ طبع نہیں ہوسکی۔سو قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ ایڈیٹر)

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بابرکت وجود کے ساتھ آسمان سے روحانی پانی کی موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ اسی طرح آپؐ کی برکت سے زمین کو بھی پانی ملنے لگا۔ اللہ تعالیٰ سے عشق تھا۔ جو بھی خیر اس کی طرف سے آتی خوشی سے خیر مقدم فرماتے۔ بارش کو اللہ تعالیٰ کی رحمت قرار دیتے۔موسم گرما کی عام بارش سے خوش ہوتے اور اسے بڑے شوق سے سر پر لے کر فرماتے۔ ’’میرے رب کی طرف سے یہ تازہ رحمت آئی ہے‘‘

(مسند احمد جلد 6 صفحہ 129)

ایک دوسری روایت ہے ’’جب سال کی پہلی بارش ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اسے ننگے سر پر لیتے اور فرماتے ہمارے رب سے یہ تازہ نعمت آئی ہے اور سب سے زیادہ برکت والی ہے۔‘‘

(کنز العمال حدیث نمبر 4939)

بارش جہاں اللہ کی رحمت یاد دلاتی وہاں اس کا خوف بھی پیدا کرتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب بادل یا آندھی کے آثار دیکھتے تو آپؐ کا چہرہ متغیر ہو جاتا۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! لوگ تو بادل دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ بارش ہو گی۔مگر میں دیکھتی ہوں کہ آپؐ بادل دیکھ کر پریشان ہوجاتے ہیں۔آپؐ نے فرمایا اے عائشہ! کیا پتہ اس آندھی میں کوئی ایسا عذاب پوشیدہ ہو جس سے ایک گزشتہ قوم ہلاک ہوگئی تھی اور ایک قوم (عاد) ایسی گزری ہے جس نے عذاب دیکھ کر کہا تھا کہ یہ تو بادل ہے۔ برس کر چھٹ جائے گا۔مگر وہی بادل اُن پر دردناک عذاب بن کر برسا۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الاحقاف باب قولہ فلما رأوہ عارضا مستقبل اودیتھم)

مشرکین مکہ کو خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے آپؐ نے مولا کریم سے دعا کی:

’’اے میرے مولا! ان مشرکین مکہ کے مقابلہ پر میری مدد کسی ایسے قحط سے فرما جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی مدد تو نے قحط سالی کے ذریعہ فرمائی تھی۔‘‘

اس دعا میں رحمت وشفقت کا یہ عجیب رنگ غالب تھا کہ ان کو قحط سے ہلاک نہ کرنا بلکہ جس طرح یوسف کے بھائی قحط سالی سے مجبور ہو کر اس نشان کے بعد بالآخر اُن پر ایمان لے آئے تھے اس طرح میری قوم کو بھی میرے پاس لے آ۔ چنانچہ یہ دعا قبول ہوئی اور مشرکین مکہ کو ایک شدید قحط نے آگھیرا۔ یہاں تک کہ ان کو ہڈیاں اور مردار کھانے کی نوبت آئی۔تب مجبور ہو کر ابوسفیان آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ’’اے محمد ﷺ! آپؐ تو صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔آپؐ کی قوم اب ہلاک ہو رہی ہے آپؐ اللہ سے ہمارے حق میں دعا کریں (کہ قحط سالی دور فرمائے) اور بارشیں نازل ہوں ورنہ آپؐ کی قوم تباہ ہو جائے گی‘‘

رسول کریم ﷺ نے ابوسفیان کو احساس دلانے کے لئے صرف اتنا کہا کہ تم بڑے دلیر اور حوصلہ والے ہو جو قریش کی نافرمانی کے باوجود ان کے حق میں دعا چاہتے ہو۔مگر دعا کرنے سے انکار نہیں کیا کیونکہ اس رحمت مجسم کو اپنی قوم کی ہلاکت ہرگز منظور نہ تھی۔ پھر لوگوں نے دیکھا کہ اسی وقت آپؐ کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھ گئے اور اپنے مولا سے قحط سالی دور ہونے اور باران رحمت کے نزول کی یہ دعا بھی خوب مقبول ہوئی۔ اس قدر بارش ہوئی کہ قریش کی فراخی اور آرام کے دن لوٹ آئے۔مگر ساتھ ہی وہ انکار و مخالفت میں بھی تیز ہو گئے۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ الروم والدخان)

آپؐ کے چچا ابوطالب نے کیا خوب کہا تھا:

وَاَبْیَضُ　　یُسْتَسْقَی　　الغَمَامُ　　بِوَجْھِہٖ
ثِمَالُ　　الیَتَامٰی　　عِصْمَۃٌ　　لِّلاَرَامِلِ

محمد (ﷺ) کے روشن چہرے کا واسطہ دے کر بارش مانگی جائے تو بادل برس پڑتے ہیں آپ (ﷺ) یتیموں کے والی اور بیواؤں کے محافظ ہیں۔

صلح حدیبیہ سے پہلے کی بات ہے ابھی آپؐ اپنے ساتھیوں کے ساتھ سفر میں تھے کہ ایک جگہ ایک چشمہ کے پاس اونٹنی سے اتر آئے۔ ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک پارٹی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ چشمہ کا پانی ختم ہو کر خشک ہوگیا ہے اور اب انسان اور جانور سخت تکلیف میں ہیں۔اس کے لئے کیا کیا جائے؟ آپؐ نے ایک تیر لیا اور حکم دیا کہ اس تیر کو خشک شدہ چشمہ کی تہ میں نصب کر دیا جائے اور آپؐ خود چشمہ کے کنارے پر تشریف لا کر وہاں بیٹھ گئے اور تھوڑا سا پانی لے کر اسے اپنے منہ میں ڈالا اور پھر خدا سے دعا کرتے ہوئے یہ پانی اپنے منہ سے چشمہ کے اندر انڈیل دیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اب تھوڑی دیر انتظار کرو۔ چنانچہ ابھی زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ چشمہ کے اندر اتنا پانی بھر آیا کہ سب نے اپنی اپنی ضرورت کے لئے استعمال کیا اور پانی کی تکلیف جاتی رہی۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے مزید فضل یہ فرمایا کہ اسی رات یا اس کے قریب بارش بھی ہوگئی۔ چنانچہ جب صبح کی نماز کے لئے آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ سے مسکراتے ہوئے فرمایا ’’کیا تم جانتے ہو کہ اس بارش کے موقع پر تمہارے خدا نے کیا ارشاد فرمایا ہے؟‘‘ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حسب عادت عرض کیا کہ خدا اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔آپؐ نے فرمایا ’’خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندوں میں سے بعض نے تو یہ صبح حقیقی ایمان کی حالت میں کی ہے مگر بعض کفر کی حالت میں پڑ کر ڈگمگا گئے۔کیونکہ جس بندے نے تو یہ کہا کہ ہم پر خدا کے فضل و رحم سے بارش ہوئی ہے وہ تو ایمان کی حقیقت پر قائم رہا مگر جس نے یہ کہا کہ یہ بارش فلاں فلاں ستارے کے اثر کے ماتحت ہوئی ہے تو وہ بیشک چاند سورج کا تو مومن ہوگیا، لیکن خدا کا اس نے کفر کیا۔‘‘ اس ارشاد سے جو توحید کی دولت سے معمور ہے آنحضرت ﷺ نے صحابہؓ کو یہ سبق دیا کہ بے شک سلسلۂ اسباب و علل کے ماتحت خدا نے اس کارخانۂ عالم کو چلانے کے لئے مختلف قسم کے اسباب مقرر فرما رکھے ہیں اور بارشوں وغیرہ کے معاملہ میں اجرام سماوی کے اثر سے انکار نہیں مگر حقیقی توحید یہ ہے کہ باوجود درمیانی اسباب کے انسان کی نظر اس وراء الوراء ہستی کی طرف سے غافل نہ ہو جو ان سب اسباب کی پیدا کرنے والی اور اس کارخانۂ عالم کی علت العلل ہے اور جس کے بغیر یہ ظاہری اسباب ایک مردہ کیڑے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔

(سیرت خاتم النبیین صفحہ 844-845)

ایک دفعہ مدینہ اور اس کے گردنواح میں دیر تک بارش نہ ہونے کی وجہ سے قحط کے آثار پیدا ہونے لگے جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی تکلیف بیان کی اور درخواست کی کہ ان کے لئے بارش کی دعا فرمائی جائے اس پر آپؐ صحابہ کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر مصلّٰی یعنی عید گاہ میں تشریف لے گئے اور وہاں قبلہ رخ ہو کر بارش کے لئے دعا فرمائی اور اس کے بعد خدا کے فضل سے بہت جلد بارش ہوگئی۔ اس کے بعد اسلام میں استسقاء کی نماز کا باقاعدہ آغاز ہوگیا۔اس نماز کی یہ خصوصیت ہے کہ اس میں عام نمازوں کی طرح امام مقتدیوں کے آگے تو کھڑا ہوتا ہے مگر قولی دعا کے علاوہ جس میں انسانوں اور جانوروں کی تکلیف کا ذکر کر کے خدا سے بارش کی التجا کی جاتی ہے امام ایک چادر کے کونے پکڑ کر اسے اپنی پیٹھ پر ڈالتا ہے اور پھر اسے اس طرح الٹا دیتا ہے کہ چاروں کونے بدل جاتے ہیں۔ جو گویا زبان حال سے اس بات کی استدعا ہوتی ہے کہ خدایا! ہم پر یہ سختی کے دن پوری طرح بدل جائیں اور تیری وہ رحمت جو ہر چیز کے پیچھے مخفی ہوتی ہے تکلیف کے ظاہری پہلوؤں کو کلی طور پر دبا کر باہر آجائے۔

بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک اور موقع پر جبکہ آنحضرت ﷺ جمعہ کے خطبہ کے لئے منبر پر چڑھے ہوئے تھے ایک صحابی نے موسم کی سختی کا ذکر کر کے عرض کیا کہ ’’یارسول اللہ! جانور مر رہے ہیں اور سفر کٹھن ہو رہے ہیں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ بارش برسائے۔‘‘ آپؐ نے اسی وقت دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دئے اور بارش کے لئے بلند آواز سے دعا فرمائی۔ انس بن مالک جو اس روایت کے راوی ہیں اور جو آنحضرت ﷺ کے خاص خدمت گار تھے بیان کرتے ہیں کہ اس وقت آسمان بالکل صاف تھا، لیکن ابھی ہم مسجد میں ہی تھے اور جمعہ سے فراغت نہیں ہوئی تھی کہ ایک طرف سے بادل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا نمودار ہوا اور ہمارے دیکھتے دیکھتے وہ سارے آسمان پر چھا گیا۔ اور پھر بارش برسنے لگی اور برابر ایک ہفتہ تک برستی رہی اور اس عرصہ میں ہم نے سورج کی شکل تک نہیں دیکھی (حالانکہ اس ملک میں ایسی صورت بہت شاذ ہوتی ہے) پھر جب دوسرا جمعہ آیا تو ایک شخص نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ ’’یارسول اللہ! بارش نے تو رستے روک دیئے اور چراگاہوں کے غرقاب ہوجانے سے مویشی بھوکے مر رہے ہیں دعا فرمائیں کہ اب اللہ تعالیٰ اس بارش کے سلسلہ کو روک دے۔‘‘ آنحضرت ﷺ نے تبسم فرمایا۔ اور پھر آپؐ نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی کہ:

اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا…

یعنی خدایا! اب ہم پر اس بارش کے سلسلہ کو بند فرما اور دوسری جگہ جہاں ضرورت ہو وہاں برسا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر مسجد سے نکلے تو دھوپ نکلی ہوئی تھی۔

(سیرت خاتم النبیین صفحہ 817)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ جس سمت میں ہاتھ سے اشارہ فرماتے تھے بادل پھٹ کر اسی طرف چلا جاتا تھا، بالآخر چاروں طرف بارش ہوتی رہی اور مدینہ درمیان میں ٹکی کی طرح رہ گیا اور ایک ماہ تک قنات نامی نالہ بہتا رہا۔

سن 10 ہجری میں حجاز کے شمال میں آباد قبیلہ بنو خزاعہ کے ایک ذیلی قبیلہ بنو سلامان کا وفد آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا دیگر گزارشات کے ساتھ انہوں نے اپنے علاقے میں بارش کی کمی کے لیے دعا کی درخواست کی۔ آپؐ نے وہاں کے لیے بارش کی دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اَسْقِھِم الغَیْثَ فِی دَارِھِمْ

اے اللہ! ان کے ہاں بارش برسا دے۔

یہ دعا سن کر ان میں سے ایک شخص نے عرض کیا:

’’یا رسول اللہ ﷺ! ہاتھ اُٹھا کر بھی دعا کریں۔‘‘

اس کی درخواست پر آپؐ نے تبسم فرمایا اور ہاتھ اٹھا کر بھی دعا کی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہاں اسی روز بارش ہوئی تھی۔

(ابن سعد ذکر وفادات العرب)

اللہ تبارک وتعالیٰ کے نور سے ممسوح، نور مجسم محمد رسول اللہ ﷺ، دنیا میں سلامتی کی راہوں کی طرف ہدایت دینے کے لیے بھیجے گئے اس فیض کے چشمہ سے سیرابی آپؐ سے عشق اور آپؐ کی اطاعت اور آپؐ کے رنگ میں رنگین ہوجانے کی نسبت سے ہے۔ یہ سعادت سب سے بڑھ کر آپؐ کے عاشقِ صادق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مہدیٔ معہود اور مسیحِ موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے حصے میں آئی۔ حتّٰی کہ فرشتوں نے آسمان سے نور برسایا۔ فرماتے ہیں:

’’ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہوگیا۔ اسی رات خواب میں دیکھا کہ فرشتے آب زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان پر لیے آتے ہیں اور ایک نے ان سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمد کی طرف بھیجی تھیں۔‘‘

(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 598)

دگر استاد را نامے نہ دانم
کہ خواندم در دبستانِ محمد

روحانی سفر میں کسی استاد کا نام معلوم نہیں میں نے تو محمد ﷺ کے دبستان سے تعلیم پائی ہے۔

حضرت اقدسؑ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ رسولِ پاک ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا عکس تھا۔ وہی ادائیں وہی طور طریق وہی عمل اور ردعمل نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے عشق کے انداز ہو بہو وہی تھے ہر خیر اسی سے مانگتے اور شکر گزار ہوتے۔ باران رحمت کے لئے دعا کے چند نمونے پیش خدمت ہیں۔ صرف آگ ہی آپؑ کی غلام نہیں تھی بلکہ بادل، بارش، پانی سب آپؑ کے غلام تھے۔

اپنے ایک الہام کی تشریح میں فرماتے ہیں ’’نَفَخْتُ فِیْكَ مِنْ لَّدُنِّی رُوْحَ الصِّدْقِ ...میں جو لفظ لَدُنْ کا ذکر ہے۔

اُس کی شرح کشفی طور پر یوں معلوم ہوئی۔ کہ ایک فرشتہ خواب میں کہتا ہے کہ یہ مقام لَدُنْ جہاں تجھے پہنچایا گیا۔ یہ وہ مقام ہے، جہاں ہمیشہ بارشیں ہوتی رہتی ہیں۔ اور ایک دم بھی بارش نہیں تھمتی۔‘‘

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 76)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

’’ایک بار میرے جی میں آیا کہ اللہ نے جو انعام مجھ پر کئے ہیں اُن پر ایک کتاب لکھوں۔

فرمایا: اِس ارادے کی تکمیل کرنے لگا تو کشف میں دیکھا زور سے بارش ہورہی ہے اور اللہ مجھے فرماتا ہے کہ اگر یہ قطرے گن سکتے ہو تو میرے احسان بھی گن سکو گے۔ تب مَیں نے یہ ارادہ چھوڑ دیا۔‘‘

(رجسٹر رواياتِ صحابہ جلد 7 صفحہ 310)

حضرت اقدس کی دعا سے بارش کے واقعہ کے بارے میں حضرت مفتی محمد صادق رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں ایک دفعہ بارش کے لئے نماز استسقاء ہوئی تھی۔ حضرت صاحب علیہ السلام بھی شامل ہوئے تھے اور شاید مولوی محمد احسن مرحوم امام ہوئے تھے لوگ اس نماز میں بہت روئے تھے۔ مگر چونکہ حضرت صاحب میں کمال ضبط تھا اس لیے آپ علیہ السلام کو میں نے روتے نہیں دیکھا اور مجھے یاد ہے کہ اس کے بعد بہت جلد بادل آکر بارش ہوگئی تھی بلکہ شاید اسی دن بارش ہوگئی تھی۔

(سیرۃ المہدی جلد 2 صفحہ 105)

حضرت مرزا نذیر حسین صاحب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک دفعہ جبکہ گرمی کا موسم تھا اور گرمی بہت تھی۔ بارش نہ ہوتی تھی لوگوں نے صلوٰۃ استسقاء کے لیے حضور علیہ السلام سے کہا۔ حضورؑ نے مان لیا... حضورؑ نے صلوٰۃ استسقاء باہر میدان میں پڑھائی۔ غالباً کافی دیر لگی۔ بالآخر حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کے پاس حضورؑ کا رقعہ آیا کہ بچوں کو لے کر فوراً شہر چلے جائیں امید ہے سخت بارش ہوگی چنانچہ ابھی ہم شہر پہنچے ہی تھے کہ سخت بارش شروع ہوگئی اور ہمارے کپڑے بھی بھیگ گئے۔

(ماہنامہ انصار اللہ اپریل 1974ء صفحہ 38)

حضرت قاضی امیر حسین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا زمانہ عجیب تھا قادیان میں دو دن گرمی نہیں پڑتی تھی کہ تیسرے دن بارش ہوجاتی تھی۔ جب گرمی پڑتی اور ہم حضرت صاحب سے کہتے کہ حضور بہت گرمی ہے تو دوسرے دن بارش ہو جاتی تھی۔

(سیرت المہدی حصہ اول صفحہ 52 روایت نمبر 70)

آپ علیہ السلام کے سلسلے کے تابناک مستقبل کی نوید بھی آپ کو بارش کے استعارہ سے دی گئی فرماتے ہیں:

’’ آج رات مَیں نے 18/ ستمبر 1899ء کو بروز دوشنبہ خواب میں دیکھا کہ بارش ہورہی ہے۔ آہستہ آہستہ مینہ برس رہا ہے۔ مَیں نے شاید خواب میں یہ کہا۔ کہ ہم تو ابھی دُعا کرنے کو تھے کہ بارش ہوسو ہوہی گئی۔‘‘ مَیں نہیں جانتا کہ عنقریب بارش ہوجائے یا ہمارے الہام 13/ ستمبر 1899ء ایک عزت کا خطاب۔ ایک عزت کا خطاب۔ لَكَ خِطَابُ الْعِزَّةِ ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا۔‘‘ کے متعلق خدا کی رحمت اور فتح اور نصرت کی بارش ہماری جماعت پر ہوگی یا دونوں ہی ہوجائیں۔ ہماری خواب سچی ہے۔ اس کا ظہور ضرور ہوگا۔ دونوں میں سے ایک بات ضرور ہوگی یعنی یا تو خدا تعالیٰ کی مخلوق کے لئے بارانِ رحمت کا دروازہ آسمان سے کھُلے گا یا غیر معمولی کوئی نشان روحانی فتح اور نصرت کا ظاہر ہوگا مگر نشان ہوگا نہ معمولی بات۔‘‘

(الحکم جلد 3 نمبر 36 مؤرخہ 10/ اکتوبر 1899ء صفحہ 7)

سر سے پا تک ہیں الٰہی تیرے احساں مجھ پر
مجھ پہ برسا ہے سدا فضل کا باراں تیرا

دعا ہے کہ ہم ان مبارک ہستیوں کی دعاؤں کے وارث بنیں اور سدا آسمانی نعماء کی بارش میں شرابور رہیں۔ آمین اللّٰھم آمین

رپورٹ: فہیم احمد خادم۔ نمائندہ الفضل آن لائن گھانا

جلسہ سیرت النبیؐ

جامعۃ المبشرین گھانا

جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ کا جماعت احمدیہ کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے۔ 1927ء میں ایک بد زبان آریہ راجپال نے کتاب ’’رنگیلا رسول‘‘ لکھی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اشتعال انگیز زبان استعمال کی گئی اور آپ کے پاکیزہ کردار پر کیچڑ اچھالا گیا۔ اسی سال مئی میں امرتسر کے ایک ہندو رسالہ ’’ورتمان‘‘ نے ایک مضمون لکھا جس میں حضرت سید المعصومین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر رکیک اور گندے حملے کئے گئے۔ اس پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ملک بھر میں تحفظ ناموس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریک چلائی۔ علاوہ ان دونوں کے خلاف مقدمات کی پیروی کے ملک بھر میں جلسہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کرانے کا پروگرام بنایا گیا۔ وجہ بڑی واضح تھی کہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس لئے حملہ کرتے ہیں کہ وہ آپ کے اعلیٰ کردار سے واقف نہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ لوگوں کو آپ کی پاکیزہ زندگی سے آگاہ کیا جائے۔ اس کام کے لئے ایک ہزار سے زائد لیکچرار تیار کئے گئے۔ ان کو تقاریر کا مواد دیا گیا اور پورے ہندوستان میں 17/ جون 1927ء کو وسیع پیمانے پر جلسہ ہائے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کئے گئے۔ ان جلسوں میں احمدی، غیر احمدی اور غیر مسلم لوگوں کی کثیر تعداد میں شرکت کی۔

یہی وجہ ہے کہ جماعت احمدیہ کے تحت اب بھی جلسہ ہائے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد کئے جاتے ہیں۔ ان جلسوں کے انعقاد کے لئے 12/ ربیع الاول ہونا ضروری نہیں۔ یہ جلسے سارے سال جاری رہتے ہیں۔

مجلس ارشاد کے تحت مؤرخہ 8/ اکتوبر 2022ء بروز ہفتہ جامعۃ المبشرین گھانا میں جلسہ سیرت النبی ﷺ کا انعقاد کیا گیا۔ اس جلسہ کے مہمان خصوصی مکرم آدم محمد صاحب معلمِ سلسلہ ایسارچر تھے۔ جلسہ کا آغاز تلاوتِ قرآنِ کریم سے ہوا جو عزیزم واتارا امن نے کی۔ ان کا تعلق آئیوری کوسٹ سے ہے۔ گھانا کے عزیزم یوسف اوسَی نورالدین نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نعتیہ منظوم کلام ’’وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا‘‘ پڑھا۔ سینگال سے تعلق رکھنے والے طالبعلم عزیزم عبد العزیز باہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی تحریرات کی روشنی میں سیرت النبی ﷺ بیان کی۔ ٹوگو کے عزیزم بولاٹیٹو جلیل نے اردو زبان میں تقریر کی، عنوان تھا ’’آنحضرت ﷺ کا بچوں سے حسنِ سلوک‘‘۔

گھانا سے تعلق رکھنے والے عزیزم سلام الدین اور ان کے ساتھیوں نے Twi زبان میں نعتیہ اشعار پڑھے۔

تیسری تقریر جو انگریزی میں تھی عزیزم آدم عبد الرشید نے کی جو گھانا سے ہیں۔ ان کی تقریر کا عنوان تھا ’’آنحضرت ﷺ کا عشقِ الٰہی‘‘۔ اس کے بعد سینیگال کے عزیزم علی جالو اور ان کے ساتھیوں نے فُولا زبان میں نعتیہ اشعار پڑھے۔ بعد ازاں مہمان خصوصی مکرم آدم محمد صاحب معلم سلسلہ نے سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے طلباء کو نصائح کیں۔ مدرسۃ الحفظ کے طلباء کے ایک گروپ نے twi زبان میں songs of praise پیش کئے۔ مجلس ارشاد کے سیکرٹری عزیزم ظفر اللہ خان (جو گھانا سے ہیں) نے آخر پر مہمانِ خصوصی کا شکریہ ادا کیا۔ مہمانِ خصوصی نے اجتماعی دعا کروائی۔ جس کے بعد اساتذہ اور طلباء کی خدمت میں ریفریشمنٹ پیش کی گئی۔

مکرم رضوان کوثر صاحب انچارج مجلس ارشاد اور ان کی ٹیم نے اس جلسہ کے انعقاد کے لئے بہت محنت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کو بہت جزا عطاء فرمائے اور ہم سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ سیرت پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ایم الف شہزاد

دلچسپ و مفید واقعات و حکایات

بیان فرمودہ

حضرت مصلح موعودؓ

قسط 13

وقف زندگی کی مدد کرو خدا برکت دے گا

ایک بچہ کو دین کے لئے وقف کرنے میں کوئی مشکل نہیں۔ دوسروں کو کہا جاسکتا ہے کہ ہم نے تمہیں اعلیٰ تعلیم دلوائی یا دوسرے اچھے کاموں پر لگایا اب یہ گویا ایک ٹیکس تمہارے ذمہ ہے کہ اپنے اس بھائی کو خرچ دیتے رہو اس طرح اُن کے اپنے رزق میں بھی برکت ہوگی۔

حضرت ابوہریرہؓ رسول کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور دھرنا مار کر بیٹھ گئے حتّٰی کہ مسجد سے نکلنا بھی بند کر دیا۔ اُن کا ایک اور بھائی تھا جس کے کام میں یہ پہلے مدد دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اُن کا بھائی رسول کریم ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ یارسول اللہ! میرا بھائی تو اب میرے لئے گویا ایک چٹّی ہے دو چار ماہ بعد آتا ہوں تو اُسے کچھ خرچ دے جاتا ہوں اور یہ پہلے کام میں جو مجھے مدد دیتا تھا اُس سے محروم ہوں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا تمہیں کیا معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی رزق اس کے طفیل دیتا ہے۔

میر محمد اسحٰق صاحب مرحوم کو جب حضرت خلیفہ اوّل نے دینی علوم کی تعلیم دینی شروع کی تو ایک دن حضرت نانا جان مرحوم نے کہا کہ میرے دل پر یہ بوجھ ہے کہ یہ کھائے گا کیا؟ اسے کوئی فن بھی سکھا دیا جائے۔ اِس پر حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا اِس کے بڑے بھائی کو اللہ تعالیٰ اِسی کے لئے تو رزق دے گا تا وہ اس کی خدمت کرے اور دین کی خدمت کے ثواب میں شریک ہو۔

تو دین کے لئے بیٹوں کو وقف کرنا اہم ذمہ واری ہے....پس میں بار بار جماعت کو توجہ دلا چکا ہوں اور اب پھر توجہ دلاتا ہوں کہ اپنے بچوں کو دین کے لئے وقف کرو۔ اگر کسی کے زیادہ بچے ہیں تو وہ ایک کو وقف کرے اور اُس کے بھائیوں کے ذمہ لگائے کہ اسے خرچ دیتے رہیں اور انہیں کہے کہ یہ دین کا کام کرتا ہے اِس لئے تمہارا فرض ہے کہ اپنی آمد کا اتنا حصّہ اِس کو دیتے رہو اور یا پھر وہ اپنی جائیداد کا کچھ حصّہ اُس کے لئے وقف کر سکتا ہے۔

وصیّت تو زیادہ سے زیادہ تیسرے حصّہ کی جائز ہے اور یہ اسی لئے ہے کہ تا انسان چاہے تو دوسرے کاموں کے لئے بھی وقف کر سکے۔ پس چاہئے کہ جائیداد کا کچھ حصّہ اس رنگ میں وقف کر دیا جائے کہ جو تبلیغ کرے گا یہ اُسے ملے گا۔

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 36-37)

اشاعت دین کے لئے قربانیاں

ہم سے پہلے جو قومیں دنیا میں گزر چکی ہیں انہوں نے دین کے لئے ایسی عظیم الشان قربانیاں کی ہیں کہ اُن کے واقعات پڑھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ وہ واقعات ایسے ہیں کہ آج بھی ہمارے لئے اپنے اندر بیسیوں سبق پنہاں رکھتے ہیں اور ہمیں اِس حقیقت کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ خدا کے لئے قربانی کرنے والے دنیا میں کبھی ضائع نہیں کئے جاتے۔

حضرت بدھ علیہ السلام کے حالات جو بدھ مذہب کی کتابوں میں آج تک لکھے ہوئے نظر آتے ہیں ایسے پاکیزہ اور اتنے اعلیٰ درجہ کے ہیں کہ اگر انسان کے دل میں تعصّب کا مادہ نہ ہو تو وہ اُن واقعات کو پڑھ کر بغیر کسی تردّد اور ہچکچاہٹ کے کہہ سکتا ہے کہ یہ شخص یقیناً نبی تھا۔حضرت بدھ علیہ السلام نے جب شہزادگی کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کی عبادت اور مذہب کی تبلیغ میں اپنے تمام اوقات کو صَرف کرنا شروع کر دیا تو اُن کا معمول تھا کہ جب انہیں بھوک لگتی وہ لوگوں کے گھروں سے بھیک مانگ لیتے بلکہ اب تک بدھ مذہب کے بھکشو اِسی طریق پر کاربند ہیں۔

بدھ مذہب کے مبلّغین کو یہ اجازت نہیں کہ وہ اپنی روزی کمانے کے لئے کوئی ہنر یا پیشہ اختیار کریں۔ اُنہیں یہی حکم ہوتا ہے کہ دنیا میں نکل جاؤ اور تبلیغ کرو اور جب تمہیں بھوک لگے تو لوگوں سے بھیک مانگ لو۔ اگر وہ تمہیں کھانا دیں تو کھالو اور اگر نہ دیں تو اُن کو چھوڑ کر دوسرے گاؤں میں چلے جاؤ اور وہاں کے رہنے والوں سے کھانا مانگو۔

خود حضرت بدھ علیہ السلام بھی لوگوں سے بھیک مانگ کر گزارہ کیا کرتے تھے جس کا اُن کے باپ کو سخت قلق تھا۔ ایک دفعہ وہ اسی طرح تبلیغ کرتے کرتے اپنے علاقہ میں آئے تو اُن کا باپ اُن کے پاس آیا اور کہنے لگا بیٹا! تم نے تو میرا ناک کاٹ دیا ہے۔ انہوں نے کہا میں نے حضور کا ناک کس طرح کاٹ دیا ہے؟ باپ نے کہا تم بھیک مانگتے ہو اور بھیک مانگ کر گزارہ کرتے ہو۔

حضرت بدھؑ نے کہا مہاراج! میں وہی کام کرتا ہوں جو میرے باپ دادا کیا کرتے تھے۔ باپ نے یہ بات سنی تو وہ کہنے لگا میں نے کبھی لوگوں سے بھیک مانگی ہے نہ تمہارے دادا نے لوگوں سے کبھی مانگی تھی۔ بدھؑ نے کہا مہاراج! یہ بات سچ ہے مگر میرے باپ دادا وہ سابق انبیاء ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہدایت کے لئے بھیجا۔ اُنہیں خدا کے نام کو پھیلانے کے لئے لوگوں سے بھیک مانگنے میں کوئی عار نہیں تھا اور یہی وہ کام ہے جو مَیں کر رہا ہوں۔

چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے حواریوں کو یہی نصیحت کی کہ:

’’نہ سونا اپنے کمربند میں رکھنا نہ چاندی نہ پیسے۔ راستہ کے لئے نہ جھولی لینا نہ دو دو کُرتے۔ نہ جوتیاں نہ لاٹھی کیونکہ مزدور اپنی خوراک کا حقدار ہے۔ اور جس شہر یا گاؤں میں داخل ہو دریافت کرو کہ اس میں کون لائق ہے۔ اور جب تک وہاں سے روانہ نہ ہو اُسی کے ہاں رہو۔ اور گھر میں داخل ہوتے وقت اُسے دعائے خیر دو۔ اور اگر وہ گھر لائق ہو تو تمہارا سلام اُسے پہنچے۔ اور اگر لائق نہ ہو تو تمہارا سلام تم پر پھر آئے۔ اور اگر کوئی تمہیں قبول نہ کرے اور تمہاری باتیں نہ سنے تو اُس گھر یا اُس شہر سے باہر نکلتے وقت اپنے پاؤں کی گرد جھاڑ دو۔‘‘

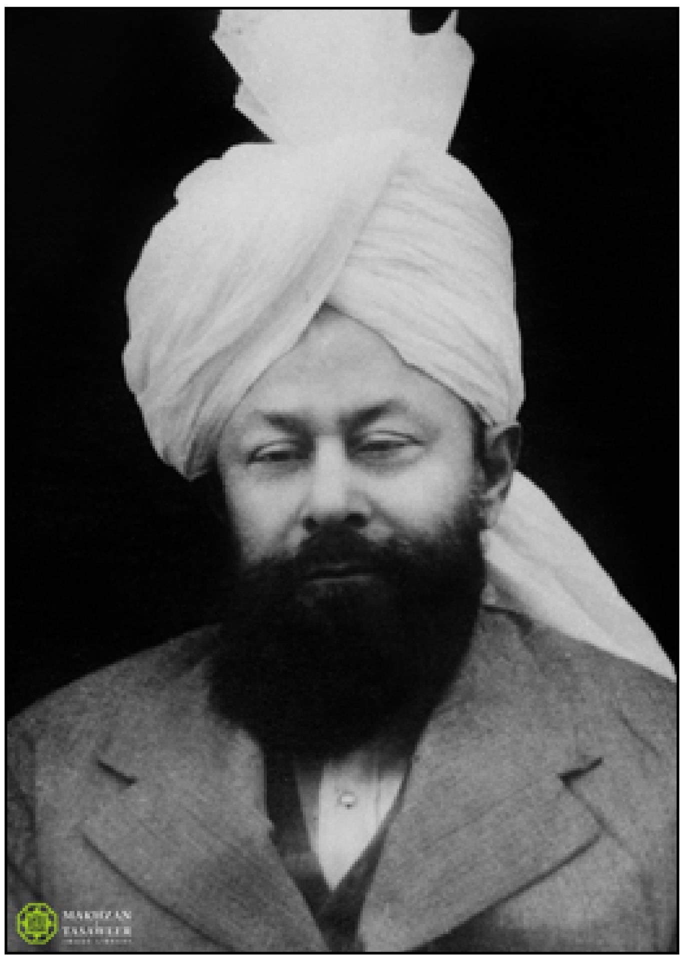

اِس میں حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو یہ نصیحت کی ہے کہ جب تم تبلیغ کے لئے جاؤ تو تمہیں اس بات کی ضرورت نہیں کہ اپنی جیب میں پیسہ رکھو یا کھانے کا فکر کرو۔تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ تم یہ دعا کرتے رہو کہ:

’’اے خدا! ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے۔‘‘

چنانچہ جس شہر یا گاؤں میں جاؤ، وہاں کے رہنے والوں سے اپنے لئے روٹی مانگو۔ اگر وہ دے دیں تو خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کھالو اور اگر وہ انکار کریں تو اپنے پاؤں کی گرد جھاڑ کر وہاں سے نکل جاؤ اور اپنی زبان پر شکوہ کا کوئی حرف مت لاؤ۔

اگر اس طرح کام کرنے والے ہمیں بھی میسر آجائیں تو پھر پانچ ہزار مبلّغوں کا بھی سوال نہیں، دو لاکھ مبلّغ اِس وقت ہمیں اپنی جماعت میں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے اندر وہی روح پیدا کریں جو پہلے لوگوں نے پیدا کی۔

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 52-54)

مخالفانہ لٹریچر مستقبل کے لئے محفوظ کرلو

میں متواتر بیس سال سے جماعت کو توجہ دلا رہا ہوں کہ مخالفوں کا لٹریچر غائب کیا جا رہا ہے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کو اکٹھا کر کے اپنی لائبریریوں میں محفوظ کر لیں۔ اگر ہم نے اس لٹریچر کو مہیا نہ کیا تو کچھ دنوں کے بعد جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں میں لوگ ان کا ذکر پڑھیں گے اور انہیں دنیا میں وہ لٹریچر نظر نہیں آئے گا جو ہمارے خلاف شائع ہوا تو وہ سمجھیں گے کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غلط لکھا ہے۔ اس بارہ میں مَیں نے مخالفوں کی ذہنیتیں یہاں تک گری ہوئی دیکھی ہیں کہ گزشتہ دنوں جب میں لاہور میں تھا ایک دن میڈیکل کالج کے کچھ طالب علم مجھے ملنے کے لئے آئے۔ اُن میں سوائے ایک لڑکے کے باقی سب لڑکیاں تھیں۔لڑکا فورمن کرسچن کالج کا تھا اور لڑکیاں سب میڈیکل کالج میں پڑھتی تھیں۔ ان کے آنے سے پہلے جب میں نماز پڑھا رہا تھا، نماز کا آخری سجدہ تھا کہ یکدم مجھے الہام ہوا ’’عظمت کے بھوکے ہیں۔‘‘ اس سے پہلے بھی کوئی فقرہ تھا جو مجھے بھول گیا مگر وہ اسی قسم کا تھا۔ ع

شہرت کے طالب ہیں۔عظمت کے بھوکے ہیں۔

میں حیران ہوا کہ نہ معلوم کون شخص آج مجھ سے ملنے والا ہے۔تھوڑی دیر کے بعد میڈیکل کالج کے چند طالب علم آئے اور انہوں نے مجھ سے ملاقات کا وقت لیا۔گفتگو کے دوران میں اُنہوں نے کہا کہ مرزا صاحب کے آنے کی کیا ضرورت تھی؟

میں نے انہیں بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ یہ اصلاحات فرمائی ہیں، ان اصلاحات کے بغیر اسلام کبھی زندہ نہیں ہوسکتا تھا۔مثال کے طور پر میں نے اُنہیں بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسیح ناصریؑ کی وفات کا مسئلہ پیش کیا حالانکہ سب مسلمان یہ تسلیم کرتے تھے کہ وہ آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں۔

میری یہ بات سُن کر وہ نہایت ڈھٹائی کے ساتھ کہنے لگیں آپ عجیب بات کہتے ہیں، دنیا میں کون مسلمان ہے جو حیاتِ مسیح کا قائل ہو۔سب مانتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ مر چکے ہیں۔اب جو شخص تمام مسلّمات کے خلاف اِس طرح کہہ دے اُسے کیا جواب دیا جاسکتا ہے۔میں نے اُن کو کہا کہ آپ اپنے والدین کو خط لکھیں اور دریافت کریں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے وہ درست ہے یا نہیں؟ آپ کے والدین تو ہمیشہ ہم سے اِسی بات پر جھگڑتے رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور تم اُنہیں وفات یافتہ تسلیم کرتی ہو۔پرانی کتابیں موجود ہیں جن میں لوگوں نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت مسیحؑ زندہ ہیں۔

اِس پر وہ کہنے لگیں وہ کتابیں آپ کی اپنی لکھی ہوئی ہوں گی ہماری کتابوں میں تو ایسی کوئی بات نہیں ہوسکتی۔

جس قوم میں اس قسم کی ڈھٹائی پیدا ہو جائے اُس کے لئے اپنا لٹریچر بدل لینا کون سی بڑی بات ہے۔گو وہ اس لٹریچر کے متعلق بھی جو ہم اکٹھا کریں غالباً یہی کہہ دیں گے کہ یہ تم نے خود چھپوا لیا ہوگا۔مگر بہرحال سب سے مضبوط حجت تو وہ لٹریچر ہی ہوسکتا ہے۔

دوسری بات ناسخ و منسوخ کے متعلق میں نے پیش کی اور کہا کہ شیعہ تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن کریم کے بعض پارے بالکل غائب ہیں۔میری یہ بات سنتے ہی وہ کہنے لگے آپ تو شیعوں پر اتّہام لگاتے ہیں، وہ قرآن کریم کو بالکل مکمل مانتے ہیں۔میں نے اُن کو پھر وضاحت سے سمجھایا تو اُن میں سے بعض نے اِتنی دلیری سے جھوٹ بولا کہ میں حیران ہوگیا۔اُنہوں نے کہا ہمارے بعض رشتہ دار خود شیعہ ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ شیعوں کا یہی عقیدہ ہے کہ قرآن بالکل محفوظ ہے۔اِس سے بڑھ کر ڈھٹائی اور کیا ہوسکتی ہے۔

پھر عیسائیوں کے متعلق میں نے کہا کہ وہ حضرت مسیح ناصریؑ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عیسائیت کے اِس بنیادی مسئلہ کو بیخ و بُن سے اُکھیڑ دیا ہے۔اِسے سُنتے ہی وہ لڑکا جو فورمن کرسچن کالج میں پڑھتا تھا بولا کہ توبہ توبہ یہ عیسائیوں پر بڑا اتّہام ہے۔میں عیسائی کالج میں پڑھتا ہوں ہمارے پروفیسر نے کبھی یہ نہیں کہا۔

جب اِس قسم کی ڈھیٹ قوم سے ہمارا مقابلہ ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم اُن کے لٹریچر کو محفوظ رکھیں۔اگر یہ لٹریچر محفوظ نہیں ہوگا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر آنے والی نسلوں کو اعتراض کا موقع ملے گا اور وہ نہیں سمجھ سکیں گے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ باتیں کیوں لکھیں۔

مثلاً حضرت مسیح موعودؑ نے بظاہر نظر بعض سخت الفاظ لکھے ہیں۔لوگ کہتے ہیں کہ آپ نے گالیاں دی ہیں۔اب جب تک ہمارے پاس وہ لٹریچر نہ ہو جس میں دشمنوں نے حضرت مسیح موعودؑ کو گالیاں دی ہیں، وہ اشتہارات نہ ہوں جن میں انہوں نے گالیاں دی ہیں، وہ ٹریکٹ نہ ہوں جن میں انہوں نے گالیاں دی ہیں تو تھوڑے دنوں کے بعد یہی لوگ یہ کہنا شروع کر دیں گے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے نعوذ باللہ سخت کلامی کی۔

پس ہمارے علماء اور مبلّغین کا فرض ہے کہ وہ اس قسم کا لٹریچر جمع کریں اور اُسے لائبریریوں میں محفوظ کر دیں۔

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 61-63)

تفسیر کبیر کی تاثیر

تفسیر کبیر کی پچھلی جلد تین ہزار چھپی تھی جس میں سے 23 سَو کتاب جماعت نے خریدی اور سات سَو غیروں نے خریدی۔اب یہ حالت ہے کہ وہی کتاب جو چھ چھ روپے کو فروخت کی گئی تھی قادیان میں اِس کی ایک ایک جلد پچیس پچیس روپے پر بھی فروخت ہوئی ہے؛ بلکہ پرسوں ہی میرے پاس عراق سے ایک خط آیا جسے پڑھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔وہاں ایک احمدی ڈاکٹر ہیں انہوں نے کہا کہ مجھ سے تفسیر کبیر ایک غیر احمدی ڈاکٹر نے پڑھنے کے لئے لی تھی۔کچھ عرصہ کے بعد اُن کا تبادلہ ہوگیا اور مَیں نے اپنی کتاب واپس لے لی۔اُنہیں معلوم ہوا کہ ایک اَور احمدی کے پاس یہ کتاب ہے۔چنانچہ وہ غیر احمدی ڈاکٹر اُس کے پاگئے اور ایک سَو روپیہ میں انہوں نے یہ کتاب اُس سے خرید لی۔

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 122)

کام اخلاص کے نقطۂ نگاہ سے ہی ہوتا ہے

مجھے حفاظت کے محکمہ کو دیکھ کر ہمیشہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کا ایک لطیفہ یاد آیا کرتا ہے۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ

جموں میں ایک بڑا رئیس تھا جس نے پندرہ بیس ہزار روپیہ خرچ کر کے ولایت سے ایک ترکی گھوڑا منگوایا اور سائیس کو تاکید کر دی کہ اِس کا خیال رکھنا۔اُس وقت جموں میں تنخواہیں بہت کم ہوا کرتی تھیں۔سائیس کی تنخواہ صرف پانچ چھ روپے ہوا کرتی تھی اور گو وہ سستا سماں تھا مگر پھر بھی پانچ چھ روپے میں مشکل سے گزارہ ہوا کرتا تھا۔کچھ دنوں کے بعد رئیس نے دیکھا کہ گھوڑا دُبلا ہونا شروع ہوگیا ہے۔یہ دیکھ کر اسے سخت فکر ہوا اور اُس نے سمجھا یہ نالائق آدمی ہے گھوڑے کی نگرانی صحیح طور پر نہیں کرتا۔چنانچہ اس نے پہلے سائیس کے اوپر ایک اَور نگران مقرر کر دیا۔اس پر گھوڑا اور زیادہ دُبلا ہونے لگ گیا۔رئیس نے یہ دیکھ کر دوسرا نگران مقرر کر دیا مگر وہ موٹا ہونے کی بجائے پہلے سے بھی دُبلا ہوگیا۔

آخر اس نے سب پر ایک اور نگران مقرر کر دیا مگر گھوڑا موٹا نہ ہوا۔یہ دیکھ کر اُس نے حضرت خلیفہ اوّلؓ کے پاس شکایت کی کہ مَیں نے اتنا قیمتی گھوڑا منگوایا تھا اور چار آدمی بھی مقرر کئے مگر گھوڑا ہے کہ دُبلا ہی ہوتا جا رہا ہے، معلوم نہیں کیا وجہ ہے؟

حضرت خلیفہ اوّل نے بڑے نگران کو بلایا اور کہا کہ بتاؤ گھوڑا کیوں دُبلا ہو رہا ہے؟ وہ کہنے لگا بات یہ ہے کہ گھوڑے کے لئے پانچ سیر دانہ مقرر ہے اور چونکہ ہماری تنخواہ بہت تھوڑی ہے۔اس لئے پہلے سائیس کو جب پانچ سیر دانہ گھوڑے کے لئے دیا جاتا تو وہ اُس میں سے سَوا سیر خود رکھ لیتا اور باقی دانہ گھوڑے کو کِھلا دیتا۔اِس پر لازماً گھوڑے نے دُبلا ہونا تھا کیونکہ اسے غذا کم ملتی تھی۔

اس پر دوسرا سائیس آیا تو اُس سے پوچھا کہ یہ دُبلا کیوں ہو رہا ہے؟ اُس نے بتایا کہ بات یہ ہے کہ سَوا سیر دانہ میں فروخت کر لیا کرتا ہوں۔وہ کہنے لگا تو اچھا سَوا سیر پھر میرے لئے بھی رکھ لیا کرنا، اب اسے اَور زیادہ تھوڑی غذا ملنے لگ گئی اور وہ پہلے سے بھی دُبلا ہوگیا۔

رئیس نے ایک تیسرا سائیس مقرر کر دیا۔وہ آیا تو اُس نے بھی وجہ دریافت کر کے کہا کہ سَوا سیر میرا حصّہ بھی رکھا لیا کرنا۔اب صرف سَوا سیر دانہ گھوڑے کے لئے رہ گیا۔اتنے میں مجھے مقرر کر دیا گیا مَیں نے پوچھا کہ کیا جھگڑا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ قصّہ ہے۔مَیں نے کہا کہ اب گو صرف سَوا سیر دانہ رہ گیا ہے مگر میں اپنا حق نہیں چھوڑ سکتا، مَیں تو بہرحال اپنا حصّہ لے کر رہوں گا۔گھوڑا خواہ مرے یا جیئے۔

اِس طرح مَیں دیکھتا ہوں جب ایک محافظ تھا تو وہ میرے آگے پیچھے زیادہ رہا کرتا تھا، جب دو ہوئے تو اُن کا آگے پیچھے رہنا کم ہوگیا، چار ہوئے تو اُن میں سے اکثر غائب رہنے لگ گئے، اب آٹھ ہو جائیں گے تو غالباً کوئی بھی نہیں رہے گا۔

درحقیقت غلطی یہ ہے کہ کسی اصول کے ماتحت کام نہیں کیا جاتا۔اگر ایک شخص زیادہ اخلاص کا اظہار کرتا تھا اور وہ چوبیس گھنٹے پہرے کے لئے تیار رہتا تھا تو بجائے اس کے کہ اِس کو ڈانٹا جاتا اور اس کو کام سے علیحدہ کیا جاتا اُس کی قدر کرنی چاہئے تھی مگر اخلاص کی قدر کرنے کی بجائے آدمیوں کی تعداد پر کام کا انحصار رکھ لیا گیا ہے حالانکہ خواہ تم آٹھ پہرے دار کرو یا سولہ، بیس کرو یا چالیس، کام ہمیشہ اخلاص کے نقطہ نگاہ سے ہی ہوگا۔

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 133-134)

قانون شکنی کی روح کچل دو

ایک دفعہ کسی بزرگ کا گھوڑا چلنے سے اَڑا۔انہوں نے فرمایا مَیں نے ضرور خدا تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی کی ہوگی جس پر گھوڑے نے میری نافرمانی کی۔

جانے دو نیکی اور ایمان کو مگر کیا یہ درست نہیں کہ جو ماں باپ بچوں کے سامنے لڑتے ہیں، بچے اُن سے لڑتے رہتے ہیں؟

خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ بدلتا ہے۔جو لوگ یہ دیکھتے ہیں کہ فلاں نے قانون شکنی کی اور اُسے بُرا نہیں سمجھا گیا تو وہ بھی اس طریق کو اختیار کر کے نظام کو درہم برہم کر دیتے ہیں۔اِس وجہ سے قانون شکنی کی روح کو ہی کچل دینا چاہئے۔

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 152)

حجت بازی کی کوئی قانونی حد بندی نہیں

جب انسان بحث میں پڑتا ہے تو ایسی ایسی باتیں نکال لیتا ہے جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتیں۔

قصہ مشہور ہے کہ ایک سخت گیر آقا تھا اور وہ اپنے نوکروں سے ایسا سخت سلوک کرتا تھا کہ وہ تنگ آکر ملازمت ترک کر دیتے۔جب وہ ملازمت چھوڑتے تو وہ ان کی تنخواہیں ضبط کر لیتا اور کہتا کہ چونکہ تم نے میری کامل اطاعت نہیں کی اس لئے گزشتہ تنخواہیں ادا نہیں کی جاسکتیں۔

ایک دفعہ اُس کے پاس ملازمت کے لئے ایک شخص آیا جو بہت ہوشیار تھا، اس نے آتے ہی کہا کہ مجھے آپ کی فرمانبرداری سے قطعاً انکار نہیں۔میں ہر معاملہ میں آپ کی اطاعت کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن دیکھئے میری عقل ناقص ہے، مجھے کیا پتہ کہ کون سا کام مجھے کرنا چاہئے اور کون سا کام مجھے نہیں کرنا چاہئے۔آپ میرے فرائض کی ایک فہرست بنا دیجئے تاکہ مجھے اپنے کام یاد رہیں اور مجھ سے کسی قسم کی غفلت سرزد نہ ہو۔اُس کے آقا نے ایک فہرست بنائی اور تمام کام جو اس کے ذہن میں آسکتے تھے وہ اُس نے درج کر دیئے اور کہا کہ گھوڑوں کو دانہ ڈالنا، اُن کو پانی پلانا، اُن کو باہر پِھرانا یہ سب تمہارے کام ہیں۔اِسی طرح تمہارا یہ بھی کام ہے کہ جب

میں تھک کر آؤں تو تم مجھے دباؤ، جب میں سفر پر جاؤں تو تمہیں میرے ساتھ جانا ہو گا، کھانا پکانا بھی تمہارے ذمہ ہو گا۔ اس طرح ایک ایک کر کے اس نے مختلف کام گنائے اور کہا کہ یہ سب کام تمہارے فرائض میں شامل ہیں۔ نوکر نے کہا مجھے منظور ہیں۔ چنانچہ اُس نے کام شروع کر دیا۔

ایک دن وہ گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں باہر جا رہا تھا کہ نوکر نے گھوڑے کو چھیڑنا شروع کر دیا گھوڑا بھاگ پڑا اور چونکہ آقا گھوڑے کی سواری کا عادی نہ تھا جب گھوڑا بھاگا تو وہ گر گیا اور اُس کا پاؤں رکاب میں پھنس گیا اُس نے نوکر کو آوازیں دینا شروع کر دیں کہ جلدی آنا اور مجھے بچانا۔ نوکر نے یہ سنا تو اُس نے جَھٹ جیب میں سے شرائط کا کاغذ نکال لیا اور کہنے لگا حضور اِس میں تو یہ کام میرے ذمہ نہیں لگایا گیا۔ دیکھ لیں سرکار اِس میں شرط یہ لکھی نہیں۔

اب بھلا کون سا آقا ایسا ہوسکتا تھا جو یہ بھی لکھ دیتا کہ اگر میں گھوڑے سے گر جاؤں اور رکاب میں میرا پاؤں پھنس جائے تو تمہارا فرض ہو گا کہ میری مدد کے لئے آؤ۔ غرض توجیہات میں جب کوئی انسان پڑ جاتا ہے تو پھر اس کے لئے کوئی حد بندی نہیں ہوسکتی۔

حضرت خلیفہ اول یا میر ناصر نواب صاحب مرحوم (مجھے اچھی طرح یاد نہیں) سنایا کرتے تھے کہ مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کے پاس ایک دفعہ کچھ آدمی ایک شخص کو مباحثہ کے لئے لائے اور کہا کہ ہم آپ سے تقلید اور عدمِ تقلید کے مسئلہ پر مباحثہ کرنا چاہتے ہیں۔

مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی مباحث آدمی نہیں تھے ایک بزرگ انسان تھے جب اُن سے کہا گیا کہ آپ سے تبادلہ خیالات کے لئے فلاں مولوی صاحب آئے ہیں تو اُنہوں نے اپنا سر اُٹھایا اور کہا ہاں اگر نیت بخیر باشد اگر نیت صالح کے ساتھ بات کرنا چاہتے ہیں تو بے شک کر لیں۔

وہ مولوی صاحب بھی اپنے دل میں تقویٰ رکھتے تھے تھوڑی دیر اُنہوں نے غور کیا اور پھر کہا یہ بحث تو محض پارٹی بازی کے نتیجہ میں تھی اور یہ کہہ کر خاموشی کے ساتھ اُٹھے اور چلے گئے۔

تو نیت بخیر باشد کے ساتھ تو سارے کام چل جاتے ہیں اور پتہ بھی نہیں لگتا کہ قواعد کی ضرورت کیا ہے لیکن جہاں حُجت بازی ہوتی ہے وہاں کوئی قانون حد بندی نہیں کرسکتا وہاں یہی سوال آجائے گا کہ ’’دیکھ لیں سرکار اس میں شرط یہ لکھی نہیں‘‘۔

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 185-186)

ہمیشہ مشورہ لیتے رہا کرو

مومن کی علامت یہ ہے کہ وہ مشورہ لے کر کام کرتا ہے صرف ذاتی غور و فکر پر ہی انحصار نہیں رکھتا۔ اسی طرح رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے شَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ جب کام کرو تو لوگوں سے مشورہ لے لیا کرو۔

دراصل فطرت انسانی اس قسم کی ہے کہ بعض دفعہ ایک بچہ کے منہ سے بھی ایسی بات نکل آتی ہے جو بڑے آدمی کو نہیں سوجھتی۔ اِسی وجہ سے اسلام نے اس امر پر خاص طور پر زور دیا ہے کہ کوئی شخص اپنے دماغ پر ایسا بھروسہ نہ کرے کہ وہ دوسروں سے مشورہ لینے کی ضرورت ہی نہ سمجھے اُسے چاہئے کہ اپنے ہم جلیسوں اور ارد گرد بیٹھنے والوں سے ہمیشہ مشورہ لیتا رہا کرے۔

میں نے دیکھا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بعض دفعہ مجلس میں کوئی بات کرتے یا گھر میں کوئی بات کرتے تو ملازمہ یا ایک چھوٹا لڑکا بھی جو اُس وقت موجود ہوتا اپنی رائے دینے لگ جاتا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اُسے روکنے کی بجائے یہی کہتے کہ رائے دے لو۔

یہ روح ہے جو اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے اور جو شخص اِس کو دباتا ہے وہ اسلامی اصول کے خلاف چلتا ہے۔

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 188)

جہاں محبت ہو وہاں لڑائی نہیں ہوتی

اگر صلح اور آشتی سے جس طرح میاں بیوی میں محبت ہوتی ہے کام ہوں تو کوئی جھگڑا پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ ایسی صورت میں ’’من تُو شُدم تُومن شُدی من تن شُدم تُو جاں شُدی‘‘ والا معاملہ ہو جاتا ہے اور یہی روح ہر زندہ اور بڑھنے والی جماعت کے اندر کام کیا کرتی ہے۔

مجھے یاد ہے قادیان میں مولوی عبد الکریم صاحب اور پیر افتخار احمد صاحب دونوں قریب قریب مکانات میں رہتے تھے مولوی عبد الکریم صاحب جوشیلی طبیعت رکھتے تھے اور پیر صاحب کی طبیعت بہت نرم تھی۔ پیر صاحب کے چھوٹے چھوٹے بچے تھے جو اکثر ریں ریں کرتے رہتے اور پیر صاحب انہیں سارا دن تھپکاتے اور بہلاتے رہتے۔

اتفاق کی بات ہے کہ شہر میں تو پیر صاحب اور مولوی عبد الکریم صاحب ایک دوسرے کے ہمسائے تھے ہی، جب زلزلہ کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام باغ میں تشریف لے گئے تو وہاں بھی یہ دونوں پاس پاس رہنے لگ گئے۔

ایک دن پیر صاحب مسجد میں آئے تو مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم بڑے جوش سے کہنے لگے پیر صاحب! میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کس طرح کام کرتے ہیں۔ بچہ ریں ریں کر رہا ہوتا ہے آپ اُسے کندھے سے لگائے پھر رہے ہوتے ہیں اور پھر ساتھ ہی کام بھی کرتے چلے جاتے ہیں، میرا بچہ ہو تو اُسے دو تھپڑ رسید کر دوں۔

پیر صاحب سن کر بڑے اطمینان سے کہنے لگے مولوی صاحب! بچے میرے ریں ریں کرتے ہیں، انہیں تھپکاتا مَیں ہوں آپ کو خواہ مخواہ کیوں تکلیف ہوتی ہے، میری سمجھ میں بھی یہ بات کبھی نہیں آئی۔

اب دیکھو! دونوں کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ ہو کیا رہا ہے۔ پیر افتخار احمد صاحب کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ مولوی عبد الکریم صاحب کو میرے بچوں کے رونے سے کیوں تکلیف ہوتی ہے اور مولوی عبد الکریم صاحب کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ پیر صاحب کام کس طرح کرتے۔ ہیں میرے جیسا آدمی تو انہیں فوراً دو تھپڑ رسید کر دے۔

تو جب آپس میں اتحاد ہو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اختلاف کس طرح ہوسکتا ہے اور جب اختلاف واقع ہو جائے تو پھر یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ سب قانون موجود ہیں مگر اختلاف مٹتا کیوں نہیں۔

(خطابات شوریٰ جلد 3 صفحہ 194-195)

محمود الرحمن انور۔ سوئٹزرلینڈ

اقوام متحدہ جینیوا کے UPR سیشن میں جماعت احمدیہ کی شرکت

11/ نومبر 2022ء کو اقوام متحدہ جینیوا میں انسانی حقوق کے 41 ویں UPR سیشن کا ایک سائیڈ ایونٹ منعقد ہوا۔ اس میں انڈونیشیا میں مذہبی آزادی اور جماعت احمدیہ کے حالات حاضرہ پیش کئے گئے۔ مرکزی سطح پر منعقد کردہ ایونٹ میں سوئٹزرلینڈ کی امور خارجہ ٹیم کے علاوہ انگلستان، امریکہ اور انڈونیشیا سے ماہر قوانین کی ٹیم نے بھرپور حصہ لیا اور اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

بعد ازاں ماہر قوانین کی ٹیم نے مختلف سفارتکاروں کے علاوہ خاص طور پر انسانی حقوق کے صدر برائے اقوام متحدہ سے مفصل ملاقات کی جس میں جماعت احمدیہ کا تعارف، پُرامن پیغام کے علاوہ جماعت احمدیہ کو مختلف ممالک میں درپیش مسائل کا ذکر بھی کیا گیا۔ بفضل اللہ تعالیٰ اقوام متحدہ میں جماعت احمدیہ کی نمائندگی بہت مفید ثابت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس کے اچھے نتائج برآمد کرے۔ آمین

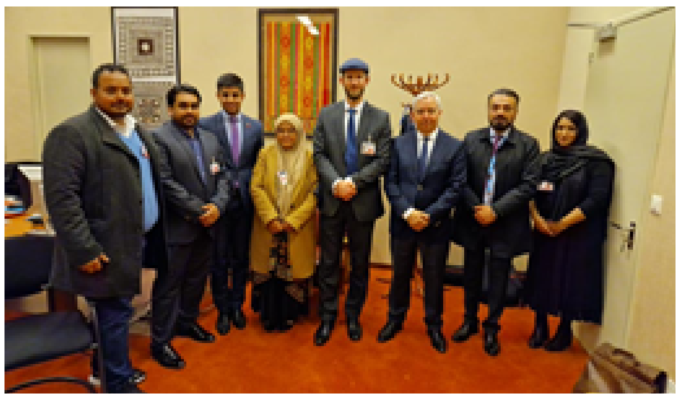

رمضان کی آمد آمد ہے

رمضان المبارک ماہ مارچ 2023ء کے آخری عشرہ میں شروع ہونے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے لئے، جماعت احمدیہ اور امت مسلمہ کے لئے یہ رمضان بہت مبارک کرے۔ آمین

اس سلسلہ میں نثر نگاروں سے مضامین و آرٹیکلز اور شعرائے کرام سے منظوم کلام بھجوانے کی درخواست ہے۔ مضمون مختصر ہوں۔ طویل مضمون اخبار میں جگہ پانے میں کافی دن لے لیتا ہے۔ امید ہے قارئین کرام اس طرف توجہ کریں گے اور اپنی تحریرات

info@alfazlonline.org

پر بھجوا کر ممنون فرمائیں گے۔

جملہ نمائندگان الفضل سے بھی درخواست ہے کہ جہاں وہ خود قلم آزمائی کریں وہاں احباب جماعت کو بھی اس طرف راغب کریں اور رمضان کی اہمیت، افادیت اور برکات پر مضامین لکھوا کر بھجوائیں۔ کان اللہ معکم وایدکم

ایڈیٹر الفضل آن لائن

ابو مصور خان۔ رفیع ناصر

اپنے جائزے لیں

از ارشادات خطبات مسرور جلد 14۔حصہ دوم

قسط 15

عاجزی کے حوالے سے عہدیداروں کو خاص طور پر اپنے جائزے لینے چاہئیں

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’عہدیداروں کو خاص طور پر اس لحاظ سے اپنے جائزے لینے چاہئیں کہ ان میں عاجزی ہے یا نہیں۔ اور ہے تو کس حد تک ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جتنا زیادہ کوئی عاجزی اور خاکساری اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اتنا ہی اسے بلند مرتبہ عطا کرتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ والآداب باب استحباب العفو والتواضع حدیث 6487)

پس ہر عہدیدار کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس کو اگر اللہ تعالیٰ نے جماعت کی خدمت کا موقع دیا ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور اس احسان کی شکرگزاری اس میں مزید عاجزی اور انکساری کا پیدا ہونا ہے۔ اگر یہ عاجزی اور انکساری مزید پیدا نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے احسان کا شکر ادا نہیں ہوتا۔

بسا اوقات دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض لوگ عام حالات میں اگر ملیں تو بڑی عاجزی کا اظہار کرتے ہیں۔ لوگوں سے بھی صحیح طریق سے مل رہے ہوتے ہیں۔ لیکن جب کسی کا اپنے ماتحت یا عام آدمی سے اختلاف رائے ہو جائے تو فوراً ان کی افسرانہ رَگ جاگ جاتی ہے اور بڑے عہدیدار ہونے کا زعم اپنے ماتحت کے ساتھ متکبرانہ رویے کا اظہار کروا دیتا ہے۔ پس عاجزی یہ نہیں کہ جب تک کوئی جی حضوری کرتا رہے، کسی نے اختلاف نہیں کیا تو اس وقت تک عاجزی کا اظہار ہو۔ یہ بناوٹی عاجزی ہے۔ اصل حقیقت اس وقت کھلتی ہے جب اختلاف رائے ہو یا ماتحت مرضی کے خلاف بات کر دے تو پھر انصاف پر قائم رہتے ہوئے اس رائے کا اچھی طرح جائزہ لے کر فیصلہ کیا جائے۔ پس اس عاجزی کے ساتھ بلند حوصلگی کا بھی اظہار ہوگا اور جب یہ ہوگا تو یہ عاجزی حقیقی عاجزی کہلائے گی۔

ہمیشہ عہدیدار کو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سامنے رکھنا چاہئے کہ وَلَا تُصَعِّرۡ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمۡشِ فِي الۡاَرۡضِ مَرَحًا (لقمان:19) اور اپنے گال لوگوں کے سامنے غصہ سے مت پھلاؤ۔ (اپنا منہ نہ پھلاؤ غصہ سے) اور زمین میں تکبر سے مت چلو۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 15/ جولائی 2016ء صفحہ 395)

نیکی میں کمی کے حوالے ہر انسان اپنا جائزہ لیتا رہے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’بعض دفعہ بعض لوگ بڑی فکر کا اظہار کرتے ہیں کہ ہماری نیکی کی حالت ایک جیسی نہیں رہتی۔ بڑی فکر ہے یہ اس لحاظ سے بڑی اچھی بات ہے کہ انسان اپنا جائزہ لیتا رہے کہ یہ حالت جو مجھ میں نیکی کی کمی کی ہے یا نیکی میں جو شوق یا عبادات میں جو شوق پہلے تھا اس میں جو کمی ہے اس کا یہ جائزہ لیتا رہے کہ یہ کیوں ہوئی اور یہ فکر ہو کہ زیادہ دیر نہ رہے اور اس کے علاج کی فکر کرے۔ تو بہرحال یہ بڑی اچھی بات ہے۔ لیکن بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ یہ کوئی برائی نہیں ہوتی بلکہ زیادہ نیکی اور کم نیکی کی جو حالت ہے وہ آتی جاتی رہتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی ایک شخص آیا۔ آپؐ کے ایک صحابیؓ آئے۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! میں تو منافق ہوں۔ میں جب آپؐ کے پاس مجلس میں بیٹھتا ہوں تو میری حالت اور ہوتی ہے اور جب آپؐ کی مجلس سے اٹھ کر چلا جاتا ہوں تو میری حالت اور ہوتی ہے۔ یعنی نیکی کی اور دلی پاکیزگی کی حالت وہ نہیں رہتی جو آپؐ کی صحبت میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی تو مومن کی علامت ہے۔ تم منافق نہیں ہو۔

(ماخوذ از سنن الترمذی ابواب القیامۃ والرقائق باب منہ حدیث 2514)

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا جو اثر ہے ظاہر ہے آپ کی قوت قدسی اور آپ کی صحبت نے وہ اثر تو ڈالنا تھا اور ڈالا کہ آپ کے پاس بیٹھنے والے جو پاک دل ہو کر آ کر بیٹھتے تھے، کچھ سیکھنے کے لئے بیٹھتے تھے، اللہ تعالیٰ سے تعلق کے درجے بلند کرنے کے لئے بیٹھتے تھے ان پر اثر ہوتا تھا۔ اور پھر باہر جا کر اس میں کمی بھی ہوتی تھی۔ لیکن بہرحال ان صحابیؓ کے دل میں خدا تعالیٰ کا خوف تھا۔ اخلاص تھا۔ اس لئے ان کو فکر پیدا ہوئی کہ نیکی میں کمی کی حالت کہیں لمبی نہ ہوتی چلی جائے اور ہوتے ہوتے مجھے دین سے دور نہ کر دے۔ میرے اندر کوئی منافقت نہ پیدا ہو جائے۔ یہ سوچ تھی صحابہؓ کی اور جب یہ احساس ہوتا ہے تو پھر انسان دعا اور استغفار سے اپنی حالت بہتر کرنے کی طرف توجہ کرتا ہے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 22/ جولائی 2016ء صفحہ 404)

حضرت مسیح موعودؑ کے معیار کے مطابق کمزوریوں کا جائزہ لیتے رہیں

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہماری پردہ پوشی فرمائی ہوئی ہے اور ہماری غلطیاں ابھر کر غیروں کے سامنے نہیں آتیں ورنہ اگر ہم میں سے ہر ایک اپنا جائزہ لے تو ہمیں پتا لگے گا کہ کتنی کتنی غلطیاں ہیں اور ہم میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معیار کے مطابق کتنی کمزوریاں پائی جاتی ہیں اور یہ کمزوریاں جماعت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کو بدنام کرنے کا باعث بن سکتی ہیں۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہماری طرف منسوب ہو کر ہمیں بدنام نہ کرو۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 146)

اگر ہماری عبادتوں کے معیار اچھے نہیں تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بدنام کرنے کا ذریعہ بن رہے ہوں گے۔ اگر ہمارے اخلاق اچھے نہیں تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بدنام کرنے کا ذریعہ بن رہے ہوں گے۔ اگر ہم لغویات میں گرفتار ہیں تو ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بدنام کرنے کا ذریعہ بن رہے ہوں گے۔ پس ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جو ہم احمدیوں پر ہے اور ہمیں اپنے جائزے لیتے رہنے کی ضرورت ہے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 2/ ستمبر 2016ء صفحہ 476)

جلسہ سالانہ کی انتظامیہ کو اپنے جائزے لینے چاہئیں۔ خامیوں اور کمیوں کو تنقیدی نظر سے دیکھنا چاہئے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ جلسہ سالانہ کی انتظامیہ کو نصائح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’انتظامیہ کو اپنے جائزے لینے چاہئیں۔ خامیوں اور کمیوں کو تنقیدی نظر سے دیکھنا چاہئے۔ ان کو تلاش کریں کہ کہاں کہاں ہماری کمزوریاں تھیں اور پھر جو کئی دفعہ میں کہہ چکا ہوں کہ لال کتاب بنائیں جس میں غلطیوں کا اندراج ہو۔ اس میں درج کریں اور آئندہ انہیں دور کرنے کی کوشش کریں۔ اسی طرح ہمارے نظام میں بہتری پیدا ہو سکتی ہے۔ افسر جلسہ سالانہ کا کام ہے کہ اپنے تمام شعبہ جات کی بعد میں میٹنگ کریں اور انہیں کہیں کہ اپنے اپنے شعبہ کی کمیاں نوٹ کر کے لائیں۔ جہاں جہاں ان کو کوئی سقم نظر آئے وہ نوٹ کر کے لائیں تا کہ آپس کے مشورے سے ان کا بہتر حل نکالا جائے۔ آئندہ سال بہتر انتظام ہو۔ اور اگر لوگوں کی طرف سے کوئی اصلاح طلب یا قابل توجہ امر سامنے آئے تو فوراً کھلے دل کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس شکایت کو دور کرنے کے لئے آئندہ مضبوط پلاننگ ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اس کی بھی سب کو توفیق عطا فرمائے۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 9/ ستمبر 2016ء صفحہ 490)

تمام شاملین جلسہ اور سننے والے بھی اپنے جائزے لیں کہ جلسہ پر جو سنا ہے اسے ابھی تک اپنایا ہوا ہے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’تمام شاملین جلسہ اور سننے والے بھی اپنے جائزے لیں کہ کیا ہم نے جلسہ پر جو سنا ہے اسے ابھی تک اپنایا ہوا ہے؟ زندگیوں کا حصہ بنانے کی کوشش کر رہے ہیں؟ اور یہ بھی جائزے لیں کہ کس طرح ہم نے نیک باتوں کو ہمیشہ اپنائے رکھنا ہے اور اس کے لئے کوشش کرنی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی شکر گزاری عارضی اور وقتی شکر گزاری نہیں۔

پس اس چیز کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں اور یہی بات ہے جس سے پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں کو مزید بڑھاتا چلا جاتا ہے اور ان سے نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان باتوں پر عمل کرنے کی ہر احمدی کو توفیق دے جو حقیقت میں خدا تعالیٰ کو پہنچاننے والے اور اس سے تعلق جوڑنے والے ہیں۔‘‘

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 14/ اکتوبر 2016ء صفحہ 554)

ایک مومن اپنے حالات کا ایک جائزہ لے۔ روزانہ اپنی ڈائری لکھے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں) ’’ایک مومن کو بھی چاہئے کہ اپنے حالات کا ایک جائزہ لے۔ روزانہ اپنی ڈائری لکھے۔ دیکھے کیا میں نے اچھے کام کئے۔ کیا میں نے برے کام کئے۔ فرمایا کہ انسان کو بھی حالات کا ایک روزنامچہ تیار کرنا چاہئے‘‘ اور اس میں غور کرنا چاہئے۔‘‘ صرف لکھ نہیں لینا بلکہ اس پہ غور کرنا چاہئے ’’کہ نیکی میں کہاں تک آگے قدم رکھا ہے۔‘‘ انسان کا غور کرنا یہ ہے کہ ہم نیکی میں کس حد تک بڑھے ہیں۔ کل جہاں تھے اس سے آگے قدم رکھا ہے کہ نہیں رکھا۔ فرمایا کہ ’’انسان کا آج اور کل برابر نہیں ہونے چاہئیں۔ جس کا آج اور کل اس لحاظ سے کہ نیکی میں کیا ترقی کی ہے برابر ہو گیا وہ گھاٹے میں ہے۔‘‘ اسی بات پر خوش نہ ہو جائیں کہ ہماری نیکی جو کل تھی وہ آج بھی قائم ہے بلکہ آپ فرماتے ہیں کہ

تمہارا قدم کل کی نسبت آج نیکی میں بڑھے۔ اگر نہیں تو سمجھو تم فائدہ نہیں اٹھا رہے، نقصان اٹھا رہے ہو، گھاٹے میں جا رہے ہو۔ فرمایا کہ ”انسان اگر خدا کو ماننے والا اور اسی پر کامل ایمان رکھنے والا ہو تو کبھی ضائع نہیں کیا جاتا بلکہ اس ایک کی خاطر لاکھوں جانیں بچائی جاتی ہیں۔“ (ملفوظات جلد 10 صفحہ 137-138)“

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 4/ نومبر 2016ء صفحہ 590)

دنیا کے فساد اور فتنوں اور افراتفری کی وجہ دولت کی محبت اور ہوس ہے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ مال و دولت ایسی چیز ہے جس سے انسان بہت محبت کرتا ہے۔ آج اگر ہم جائزہ لیں تو دنیا کے فساد اور فتنوں اور افراتفری کی وجہ دولت کی محبت اور ہوس ہے۔ پھر دنیا دار کو تو یہ بھی نہیں پتا کہ اگر اس کے پاس بہت سی دولت آ گئی ہے تو اسے خرچ کس طرح کرنا ہے۔ مغربی ممالک میں جو ترقی یافتہ ممالک کہلاتے ہیں بیشک ان میں بہت بڑے بڑے امیر لوگ بھی ہیں لیکن ان کے اخراجات کیا ہیں۔ یہاں خرچ کرنے کے لیے ان کے پاس دو چیزیں ہیں casino ہیں وہاں جا کر یہ عیاشیوں میں خرچ کرتے ہیں۔ جوؤں پہ رقم خرچ کرتے ہیں۔ بلکہ مسلمان ممالک کا بھی یہ حال ہے، مسلمانوں کا بھی کہ وہ لوگ بھی یہاں آ کر یہ عیاشیاں کرتے اور خرچ کرتے ہیں بلکہ ان کے اپنے ممالک میں ایسی جگہیں ہیں جہاں کھلے خرچ کیے جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا میں نے ایک رسالے میں ایک آئس کریم کا اشتہار دیکھا جو دبئی کے ہوٹل کا اشتہار تھا جس کے ایک کپ کی، جس میں دو یا تین سکوپ تھے، اس کی قیمت ساڑھے آٹھ سو ڈالر تھی کہ اس میں فلاں جگہ کا زعفران استعمال ہوا ہے اور فلاں جگہ کی فلاں چیز استعمال ہوئی ہے اور اس پہ سونے کا ورق چڑھایا گیا ہے۔ ساڑھے آٹھ سو ڈالر میں ایک غریب ملک کے ایک پورے خاندان کا بہت اعلیٰ رنگ میں گزارہ ہوسکتا ہے لیکن یہ لوگ ایک کپ آئس کریم کھانے میں لگا دیتے ہیں۔ تو جن کے پاس پیسہ بے انتہا ہو ان کو پتا ہی نہیں کہ خرچ کس طرح کرنا ہے اور کس طرح اس سے سکون حاصل کیا جاسکتا ہے۔ خرچ تو بیشک یہ لوگ کرتے ہیں لیکن اپنی عیاشیوں کی تسکین کے لیے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اور نیکیوں کے لیے۔“

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 11/ نومبر 2016ء صفحہ 594)

صدران اور ان کی عاملہ کے ممبران کو اپنے جائزے لینے چاہئیں کہ کیا وہ انصاف کے تمام تقاضے پورے کر رہے ہیں

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”صدران اور ان کی عاملہ کے ممبران بھی شامل ہیں جن کو اپنے جائزے لینے چاہئیں کہ کیا وہ انصاف کے تمام تقاضے پورے کر رہے ہیں؟ اور یہ صرف کینیڈا کی بات نہیں ہے، جرمنی سے بھی اور یہاں بھی اور دوسرے بعض ممالک میں بھی یہی شکایتیں ہیں۔ پس ہر جگہ اپنے رویّوں کو درست کرنے کی ضرورت ہے ورنہ انصاف کے تقاضے پورے نہ کر کے نہ صرف امانت اور عہدوں کا خیال نہیں رکھ رہے بلکہ خیانت کے مرتکب ہو رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ خدمت کر کے ثواب لینے کی بجائے ناانصافیاں کر کے یا متکبرانہ رویّے دکھا کر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی لینے والے بن جاتے ہیں۔

پس جہاں غلطیاں ہوتی ہیں وہاں غلطیوں کو چھپانے کے لئے عذر لنگ تلاش کرنے کی بجائے، غلط قسم کے عذر تلاش کرنے کی بجائے استغفار کرتے ہوئے اپنی اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے۔ پس ہمارے عہدیداروں کو اپنا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اصول کے مطابق انصاف کے تمام تقاضے پورے کر رہے ہیں؟ اپنے کام سے بھی انصاف کر رہے ہیں اور جن سے واسطہ پڑ رہا ہے ان سے بھی انصاف کر رہے ہیں؟ صرف صدر ہونا یا سیکرٹری ہونا یا امیر ہونا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ یہ عہدے نہ کسی کی بخشش کے سامان کرنے والے ہیں، نہ ہی اللہ تعالیٰ پر اور اس کی جماعت پر کوئی احسان ہے۔ اگر یہ اپنی امانتوں اور عہدوں کے اس طرح حق ادا نہیں کر رہے جس طرح خدا تعالیٰ چاہتا ہے اور خالص ہو کر ادا نہیں کر رہے تو کوئی فائدہ نہیں۔ پس ہر فیصلہ میں انصاف کے تمام تقاضے پورے کریں اور خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی خاطر ہر ایک عہدیدار کو کام کرنا چاہئے۔ اگر کوئی معاملہ سامنے آئے جس کے بارے میں پہلے غلط فیصلہ ہو چکا ہے تو جیسا کہ میں نے کہا اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے ان فیصلوں کو درست کریں۔ اپنے اخلاق کو بھی درست کریں اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو بھی یاد رکھیں کہ وَقُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا (البقرہ:84) کہ لوگوں کے ساتھ نرمی اور ملاطفت سے بات کرو، اعلیٰ اخلاق سے بات کرو۔

جیسا کہ میں نے کہا کہ دنیا کے ہر ملک میں عہدیداروں کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ اگر کینیڈا کی مثال مَیں نے دی ہے یا اس سے خیال آیا تو اس لئے کہ وہاں لوگوں میں، غیروں میں جماعت زیادہ جانی جاتی ہے اور اب میرے دورے کے بعد مزید تعارف بڑھا ہے اور ہم لوگوں کی نظر میں، غیروں کی نظر میں زیادہ ہیں۔ پس اس لحاظ سے ہمیں ہر معاملے میں اپنے نمونے قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارا ہر عہدیدار خاص طور پر اور ہر احمدی عموماً دنیا کے سامنے ایک رول ماڈل ہونا چاہئے۔ جہاں دنیا میں فتنے فساد اور افراتفری اور حقوق غصب کرنے کے نمونے نظر آتے ہیں وہاں جماعت میں انصاف اور حقوق کی ادائیگی کے نمونے نظر آنے چاہئیں۔ اس تعارف سے دنیا والے دیکھیں گے کہ جماعت کس طرح کی ہے۔ ہر فرد جو ہے وہ ایک نمونہ ہے۔

پس ہر احمدی کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ذمہ داری صرف عہدیداروں کی ہی نہیں ہے، ہر احمدی بھی ذمہ دار ہے۔ اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ آپس کے تعلقات میں مثالی نمونے قائم کریں۔ انصاف کے تقاضے پورے کریں۔ اپنے اخلاق کو اعلیٰ معیار تک پہنچائیں۔ ایک دوسرے سے معاملات میں کسی بھی قسم کی طرفداری سے اپنے آپ کو مکمل طور پر پاک کریں۔ کسی بھی طرف ان کا جھکاؤ نہ ہو۔ احمدی کی گواہی اور بیان اپنے انصاف اور سچائی کے لحاظ سے ایک مثال بن جائے اور دنیا یہ کہے کہ اگر احمدی نے گواہی دی ہے تو پھر اسے چیلنج نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ گواہی انصاف کے اعلیٰ معیار پر پہنچی ہوئی ہے۔ اگر ہم یہ کر لیں تو ہم اپنی تقریروں میں، اپنی باتوں میں، اپنی تبلیغ میں سچے ہیں ورنہ ہم پھر جیسے دوسرے ویسے ہی ہم۔

ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہم نے اپنے عہد بیعت میں تمام قسم کی برائیوں سے بچنے کا عہد کیا ہے اور عہد پر توجہ نہ دینا اور جان بوجھ کر اس پر عمل نہ کرنا خیانت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک حقیقی مومن کی نشانی بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کسی شخص کے دل میں ایمان اور کفر نیز صدق اور کذب اکٹھے نہیں ہو سکتے اور نہ ہی امانت اور خیانت اکٹھے ہو سکتے ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 320 مسند ابی ہریرہؓ حدیث 8577 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

پھر ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا جو عہدیداروں کو بھی سامنے رکھنی چاہئے اور ہر احمدی کو بھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین امور کے بارے میں مسلمان کا دل خیانت نہیں کرسکتا اور وہ تین باتیں یہ ہیں۔ خدا تعالیٰ کے لئے کام میں خلوص نیت۔ دوسرے ہر مسلمان کے لئے خیرخواہی۔ اور تیسرے جماعت مسلمین کے ساتھ مل کر رہنا۔ (سنن الترمذی کتاب العلم باب ما جاء فی الحث علی تبلیغ السماع حدیث 2658)“

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مؤرخہ 25/ نومبر 2016ء صفحہ 627-629)

اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہمارے تقویٰ کے معیار اتنے بلند ہو چکے ہیں کہ جہاں ہمیں اللہ تعالیٰ کا نور نظر آئے

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ہمیں پہلے اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے اگر ہمارے تقویٰ کے معیار اتنے بلند ہو چکے ہیں کہ جہاں ہمیں اللہ تعالیٰ کا نور نظر آئے اور ہماری دعائیں گدازش کی اُن حدود کو چھو رہی ہیں جو ایک صحیح دعا کرنے والے کے لئے چاہئیں اور جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو پھر ہمیں اس بات پہ یقین ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور نصرت قریب ہے اور اللہ تعالیٰ ہی ہمارے لئے ملک بھی بنائے گا اور ہمارے لئے زمینیں بھی ہموار کرے گا۔ ان شاء اللہ۔ اور اگر اس سے ہٹ کر ہم کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں یا چاہیں گے تو کچھ نہیں ملے گا۔ ہمارے سامنے ان تنظیموں کی مثالیں ہیں جو اسلام کے نام پر اور بے شمار وسائل کے ساتھ ملینز بلینز ڈالرز اور پاؤنڈ خرچ کر کے اسلامی حکومتیں قائم کرنا چاہتی ہیں لیکن سوائے فساد ظلم بربریت کے انہیں کچھ نہیں ملا۔ عارضی قبضے بھی ہوئے تو بھی ہاتھ سے نکل گئے۔ اسلام کو بدنام کرنے والے تو یہ کہلاتے ہیں اور دنیا میں اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔ اسلام کی خدمت کرنے والے ان کو کوئی نہیں کہتا۔ اسلام کی خدمت اور اسلام کی اشاعت اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے اور آپ کی جماعت کے ذریعہ سے مقدر ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب ہم اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اس فرستادے کے نقش قدم پر چلیں ورنہ دنیاوی لحاظ سے ہم جتنی کوشش کر لیں نہ ہمارے پاس طاقت ہے نہ وسائل ہیں کہ ہم کچھ حاصل کریں۔ لیکن اگر ہم تقویٰ پیدا کر لیں گے، اگر ہم اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کر لیں گے، اگر ہم اپنی دعاؤں کو انتہا تک پہنچانے والے ہوں گے تو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کے حوالے سے فرمایا ہے کہ ہمیں وہ نور اور طاقتیں عطا ہوں گی جس کا کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی مقابلہ نہیں کرسکتی اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے کہ اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ اَتۡقٰکُمۡ (الحجرات:14) کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ غلط کہتا ہے؟ ایک طرف تو وہ متقی کو معزز کہے اور دوسری طرف دنیا والوں کے سامنے انہیں ذلیل کر کے چھوڑ دے۔ یقیناً نہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ انبیاء اور ان کی جماعتوں کو دنیاداروں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس طرح کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بیان فرمایا ہے مگر کیا ہر موقع پر دشمن خود خائب و خاسر نہیں ہوا۔ کیا ہر ایک جو جماعت کی ترقی میں روک ڈالنے کے لئے کھڑا ہوا یا ہر روک جو جماعت کی ترقی میں ڈالی گئی اس سے جماعت مزید پھیلی اور پھولی نہیں؟ اندرونی حربے بھی مخالفین نے آزمائے اور بیرونی حملے بھی لیکن جماعت ترقی کی شاہراہوں پر قدم مارتے ہوئے آج دو سو نو (209) ممالک میں

نفوذ کر چکی ہے۔ اگر ایک جگہ سے دباتے ہیں تو دس دوسری جگہوں میں پہلے سے بڑھ کر پھیلنے کا اللہ تعالیٰ سامان اور موقع عطا فرما دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے کہ میں ایک عام شخص کو جو تقویٰ میں بڑھا ہوا ہے بغیر عزت دیئے کے نہیں چھوڑتا تو کیا جس شخص کو خود خدا تعالیٰ نے بھیجا ہے اور گزشتہ سوا سو سال سے ہم جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائیدات دیکھ رہے ہیں آج اللہ تعالیٰ اس کی جماعت کو باقی وعدے پورے کئے بغیر چھوڑ دے گا بغیر عزت کے چھوڑ دے گا کبھی یہ نہیں ہو سکتا لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ سب کچھ ثبات قدم اور مستقل مزاجی سے ملے گا۔ یہ شرط ہے۔ اگر ہم مستقل مزاجی سے اللہ تعالیٰ کا دامن پکڑے رہیں گے تو ہم دشمن کی خاک اڑتے بھی ان شاء اللہ دیکھیں گے۔''

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مورخہ 23 دسمبر 2016ء صفحہ 676)

ہر کوئی اپنا جائزہ لے اور غور کرے کہ اس کی زندگی کے ایک سال میں وہ ہمیں کیا دے کر گیا اور کیا لے کر گیا۔ کیا کھویا اور کیا پایا

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ہر کوئی اپنا جائزہ لے اور غور کرے کہ اس کی زندگی میں ایک سال آیا اور گزر گیا۔ اس میں وہ ہمیں کیا دے کر گیا اور کیا لے کر گیا۔ ہم نے اس سال میں کیا کھویا اور کیا پایا۔ ایک مومن نے دنیاوی لحاظ سے دیکھنا ہے کہ اس سال میں اس نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ اس کی دنیاوی حالت میں کیا بہتری پیدا ہوئی یا دینی لحاظ سے اور روحانی لحاظ سے دیکھنا ہے کہ کیا کھویا اور کیا پایا اور اگر دینی اور روحانی لحاظ سے دیکھنا ہے تو کس معیار پر رکھ کر دیکھنا ہے تا کہ پتا چلے کہ کیا کھویا اور کیا پایا۔

ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود اور مہدی معہود کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی جنہوں نے ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تعلیم کا نچوڑ یا خلاصہ نکال کر رکھ دیا اور ہمیں کہا کہ تم اس معیار کو سامنے رکھو تو تمہیں پتا چلے گا کہ تم نے اپنی زندگی کے مقصد کو پورا کیا ہے یا پورا کرنے کی کوشش کی ہے یا نہیں؟ اس معیار کو سامنے رکھو گے تو صحیح مومن بن سکتے ہو۔ یہ شرائط ہیں ان پہ چلو گے تو صحیح طور پر اپنے ایمان کو پرکھ سکتے ہو۔ ہر احمدی سے آپ نے عہد بیعت لیا اور اس عہد بیعت میں شرائط بیعت ہمارے سامنے رکھ کر لائحہ عمل ہمیں دے دیا جس پر عمل اور اس عمل کا ہر روز ہر ہفتے ہر مہینے اور ہر سال ایک جائزہ لینے کی ہر احمدی سے امید اور توقع بھی کی۔

پس ہم سال کی آخری رات اور نئے سال کا آغاز اگر جائزے اور دعا سے کریں گے تو اپنی عاقبت سنوارنے والے ہوں گے۔ اور اگر ہم بھی ظاہری مبارکبادوں اور دنیاداری کی باتوں سے نئے سال کا آغاز کریں گے تو ہم نے کھویا تو بہت کچھ اور پایا کچھ نہیں یا بہت تھوڑا پایا۔ اگر کمزوریاں رہ گئی ہیں اور ہمارا جائزہ ہمیں تسلی نہیں دلا رہا تو ہمیں یہ دعا کرنی چاہئے کہ ہمارا آنے والا سال گزشتہ سال کی طرح روحانی کمزوری دکھانے والا سال نہ ہو۔ بلکہ ہمارا ہر قدم اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اٹھنے والا قدم ہو۔ ہمارا ہر دن اُسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے والا دن ہو۔ ہمارے دن اور رات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عہد بیعت نبھانے کی طرف لے جانے والے ہوں۔ وہ عہد جو ہم سے یہ سوال کرتا ہے کہ کیا ہم نے شرک نہ کرنے کے عہد کو پورا کیا۔ بتوں اور سورج چاند کو پوجنے کا شرک نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق وہ شرک جو اعمال میں ریاء اور دکھاوے کا شرک ہے۔ وہ شرک جو مخفی خواہشات میں مبتلا ہونے کا شرک ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 800-801۔ حدیث محمود بن لبید حدیث نمبر 24036۔ عالم الکتب بیروت 1998ء)

کیا ہماری نمازیں، ہمارے روزے، ہمارے صدقات، ہماری مالی قربانیاں، ہمارے خدمت خلق کے کام، ہمارا جماعت کے کاموں کے لئے وقت دینا، خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی بجائے غیر اللہ کو خوش کرنے یا دنیا دکھاوے کے لئے تو نہیں تھا۔ ہمارے دل کی چھپی ہوئی خواہشات اللہ تعالیٰ کے مقابلے پر کھڑی تو نہیں ہوگئی تھیں۔ اس کی وضاحت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس طرح فرمائی ہے۔ فرمایا کہ:

''توحید صرف اس بات کا نام نہیں کہ منہ سے لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہیں اور دل میں ہزاروں بت جمع ہوں۔ بلکہ جو شخص کسی اپنے کام اور مکر اور فریب اور تدبیر کو خدا کی سی عظمت دیتا ہے یا کسی انسان پر ایسا بھروسہ رکھتا ہے جو خدا تعالیٰ پر رکھنا چاہئے یا اپنے نفس کو وہ عظمت دیتا ہے جو خدا کو دینی چاہئے ان سب صورتوں میں وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بت پرست ہے۔''

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 349)

پس اس معیار کو سامنے رکھ کر جائزے کی ضرورت ہے۔ پھر اس کے بعد یہ سوال ہے کہ کیا ہمارا سال جھوٹ سے مکمل طور پر پاک ہو کر اور کامل سچائی پر قائم رہتے ہوئے گزرا ہے؟ یعنی ایسا موقع آنے پر جب سچائی کے اظہار سے اپنا نقصان ہو رہا ہو لیکن پھر بھی سچائی کو نہ چھوڑا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کا معیار یہ مقرر فرمایا ہے کہ:

''جب تک انسان اُن نفسانی اغراض سے علیحدہ نہ ہو جو راست گوئی سے روک دیتے ہیں تب تک حقیقی طور پر راست گو نہیں ٹھہر سکتا۔'' فرمایا ''سچ کے بولنے کا بڑا بھاری محل اور موقع وہی ہے جس میں اپنی جان یا مال یا آبرو کا اندیشہ ہو۔''

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 360)

(خطبات مسرور جلد 14 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ مورخہ 30 دسمبر 2016ء صفحہ 681-682)

رپورٹ: بشارت احمد شاہد۔ نمائندہ الفضل آن لائن لٹویا

جماعت احمدیہ لٹویا کی طرف سے بندگان خدا کی خدمت

یوکرائن اور روس کے مابین جاری جنگ کی وجہ سے دنیا کے حالات سنگین ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ خاص طور پر بعض چھوٹے اور غریب ممالک میں مہنگائی نے ادھم مچا رکھا ہے۔ مہنگائی کی اس نئی لہر کے سبب عوام کے معاشی حالات مشکلات کا شکار ہیں جس کی وجہ سے کئی خاندانوں کے لئے اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لئے روزمرّہ کی اشیائے خورونوش کا حصول بھی ایک بڑا سنگین مسئلہ بنتا چلا جا رہا ہے۔ ان مشکل اور کٹھن حالات میں دُکھی اور پریشان حال مخلوق خدا کے دُکھ درد بانٹنے کے لئے جماعت احمدیہ مسلمہ ملک ملک، شہر شہر اور قریہ قریہ مخلصانہ کوشش کر رہی ہے۔ بہت سے دوسرے ممالک کی طرح جماعت احمدیہ لٹویا بھی حسب استطاعت خدمت خلق اور خدمت انسانیّت کے میدان میں پیش پیش ہے۔ امام الزمان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ماننے والوں کو کیا خوب پیغام دیا ہے۔ ''مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمتِ خلق است۔''

گزشتہ چند ماہ کے دوران لٹویا کے دارالحکومت Riga سے تقریباً 50 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع Sigulda کے علاقے میں واقع Gauja socialas aprupes māja نامی ایک کیئر سینٹر کو جماعت کی طرف سے بستروں کی چادریں، تکیے اور کمبلوں کے غلاف، نیز چپلیں (سلیپرز) دیئے گئے۔ اس ادارے کی سربراہ Andra Balanenkova صاحبہ نے جماعت احمدیہ کی خدمت انسانیّت کو بہت سراہا اور امداد دینے پر جماعت کا شکریہ ادا کیا۔ پھر محترمہ نے اپنے ادارے کی طرف سے تحریری طور پر بھی جماعت احمدیہ مسلمہ کی خدمات کا اعتراف کیا۔

ایرگلی (Ergli) میں خدمتِ خلق

پھر چند دنوں کے بعد دارالحکومت سے 160 کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ''Kastanas'' نامی سوشل کیئر سنٹر کو جماعت کی طرف سے ایک الیکٹرک چولہا، 2 بڑے دیگچے، 3 بڑے چمچ، 3 کفگیر، 50 کھانے کے چمچ 50 چھوٹی اور بڑی پلیٹیں، ایک بلینڈر، 2 مکسر، ایک چھریوں کا سیٹ، 7 شیو کرنے والی مشینیں فراہم کی گئیں۔

اس کیئر سنٹر میں روزانہ 60-70 افراد کا کھانا پکتا ہے۔ اُن کے کچن میں برتنوں وغیرہ کی بہت کمی تھی۔ احمدیہ مسلم جماعت لٹویا کی طرف سے یہ سامان مہیا کئے جانے پر وہاں کی انتظامیہ اور وہاں رہائش پذیر افراد کو بہت ریلیف ملا ہے۔ اس کیئر سنٹر کی ڈائریکٹر محترمہ Evita Vaska صاحبہ نے بھی جماعت کی خدمت انسانیت کا اعتراف کیا اور جماعت احمدیہ لٹویا کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ایک لیٹر پیش کیا۔

خدمت خلق کے اس کام پر خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہوئے ایک سوشل ورکر محترمہ Ligita Steina صاحبہ نے اس سامان کی کچھ تصاویر اپنے فیس بک Page پر شیئر کرتے ہوئے Latvian زبان میں لکھا:

''آج ہم Inchukalns گئے تو وہاں پرانے لوگ مزید نئے تحائف کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ ہم ''ایسوسی ایشن احمدیہ مسلم جماعت لٹویا'' کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتے ہیں۔''

موصوفہ گزشتہ دو سال سے جماعت احمدیہ مسلمہ کی عالمی سطح پر کی جانے والی خدمات انسانیت سے پوری طرح واقف اور باخبر ہیں اور ہمیشہ ہی بڑے اچھے جذبات اور ممنونیت کا اظہار کرتی ہیں۔ اسی طرح اپنے جاننے والے افراد اور اداروں میں جماعت احمدیہ مسلمہ کی فلاحی خدمات کا ذکر کرتی رہتی ہیں۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان علاقوں میں رفتہ رفتہ اسلام احمدیّت کا پیغام پہنچ رہا ہے۔ الحمد للہ

اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ مسلمہ لٹویا کی ان کاوشوں کو قبول فرمائے اور جماعت کو زیادہ سے زیادہ توفیق دے کہ وہ دُکھی انسانیّت کے دُکھ درد بانٹ سکے۔ آمین

DAILY ONLINE
ALFAZL
LONDON

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ادارہ کا مضمون نویسوں، تبصرہ و مراسلہ نگاروں کے خیالات اور آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں

طارق عظیم۔ صدر و مشنری انچارج جمائیکا

جمائیکا میں جلسہ سالانہ کا بابرکت انعقاد

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جماعت احمدیہ جمائیکا کا آٹھواں جلسہ سالانہ 27/ نومبر 2022ء کو منعقد ہوا جس میں ایک سو سے زائد افراد شامل ہوئے۔ الحمد للہ

جلسہ سالانہ کے سیشن کی صدارت مولانا فہد پیرزادہ صاحب نے کی جو جنوبی امریکہ کے ملک گیانا سے بطورِ مہمانِ خصوصی ہمارے جلسہ میں شرکت کر رہے تھے۔ جلسہ کی کاروائی تلاوتِ قرآن کریم سے شروع ہوئی، جو مبلغ احمد فورسن صاحب نے کی۔

خاکسار نے بطورِ صدر و مشنری انچارج جمائیکا، کچھ ابتدائی کلمات کہے جس میں مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور مختصراً جلسہ کے مقاصد بیان کیے۔

اس کے بعد لوکل معلم عبداللہ مالکم صاحب نے تقریر کی جس کا موضوع تھا ''اسلام احمدیت کا تعارف''۔ آپ نے اپنی تقریر میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی سچائی میں مضبوط دلائل پیش کئے۔

پھر لوکل معلم غلام احمد صاحب نے ''عائلی زندگی اور اسلام'' کے موضوع پر ایک پر جوش تقریر کی، جس میں معلم صاحب نے اُن خطرات کا ذکر کیا جو جمائیکن معاشرے میں عائلی اقدار نہ ہونے کی وجہ سے موجود ہیں۔

اس کے بعد مبلغ احمد فورسن صاحب نے ''مادیت پرستی کے خطرناک اثرات'' کے موضوع پر بصیرت انگیز تقریر کی۔ مبلغ صاحب نے اپنی تقریر میں حالاتِ حاضرہ سے متعلقہ مثالیں پیش کر کے اس بات پر زور دیا کہ ہمیں اپنے خالق سے گہرا تعلق پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

پھر سیشن میں کچھ دیر کے وقفے کے بعد خاکسار کو ''اسوہ انسانِ کامل'' کے موضوع پر کچھ بیان کرنے کا موقع ملا۔ اس تقریر میں خاکسار نے آنحضرتؐ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ ثابت کیا کہ آپؐ کی سیرت ہر شخص کے لئے مشعلِ راہ ہے۔

جلسہ سالانہ جمائیکا کی آخری تقریر مہمانِ خصوصی مولانا فہد پیرزادہ صاحب نے پیش کی جس کا عنوان تھا: ''نماز خدا تعالیٰ کے حصول کا بہترین ذریعہ''۔ آپ نے اپنی تقریر میں قرآن پاک نیز بائبل سے حوالہ جات دے کر ثابت کیا کہ اسلامی عبادت (نماز) ہی خدا تعالیٰ کے قرب کا بہترین راستہ ہے۔

آخر پر معزز مہمانوں کو مدعو کیا گیا جس میں انھوں نے اپنے تاثرات پیش کرتے ہوئے جماعت احمدیہ جمائیکا کے فلاحی کاموں کو سراہا نیز جلسہ سالانہ کے بارے میں بھی مثبت رائے کا اظہار کیا۔

مہمانِ خصوصی مولانا فہد پیرزادہ صاحب نے جلسہ سالانہ کی اختتامی دعا کروائی جس سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ کامیاب اور بابرکت جلسہ سالانہ اپنے اختتام کو پہنچا۔ الحمد للہ

ایک سبق آموز بات

خلافت سے مضبوط تعلق

یہ دو چیزیں ہیں جن سے آپ خلافت سے تعلق مضبوط کر سکتے ہیں۔ خلیفۃ المسیح سے زندہ تعلق قائم رکھیں اور پھر خلیفۂ وقت کے لئے مسلسل دعائیں کرتے رہیں۔ اپنے لیے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایمان میں بڑھائے اور خلیفۃ المسیح سے تعلق میں ترقی اور مضبوطی عطا فرمائے۔

(دورہ اُمریکہ 2022ء رپورٹ مکرم عبدالماجد طاہر قسط 17 صفحہ 6 الفضل آن لائن۔ لندن)

مرسلہ: عائشہ چوہدری۔ جرمنی

طلوع و غروب آفتاب

21/ جنوری 2023ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	05:41	18:03
مدینہ منورہ	05:45	17:59
قادیان	06:02	17:52
ربوہ	05:42	17:32
اسلام آباد ٹلفورڈ	06:26	16:34

فقہی کارنر

حکام برادری سے حسن سلوک

ایک شخص نے پوچھا کہ حکام اور برادری سے کیسا سلوک کریں؟ (اس کے جواب میں حضرت مسیح موعودؑ نے) فرمایا:

ہر ایک سے نیک سلوک کرو، حکام کی اطاعت اور وفاداری ہر مسلمان کا فرض ہے۔ وہ ہماری حفاظت کرتے ہیں اور ہر قسم کی مذہبی آزادی ہمیں دے رکھی ہے۔ میں اس کو بڑی بے ایمانی سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ کی اطاعت اور وفاداری سچے دل سے نہ کی جاوے۔

برادری کے حقوق ہیں ان سے بھی نیک سلوک کرنا چاہیے البتہ ان باتوں میں جو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے خلاف ہیں، ان سے الگ رہنا چاہیے۔

ہمارا اصول تو یہ ہے کہ ہر ایک سے نیکی کرو اور خدا تعالیٰ کی کل مخلوق سے احسان کرو۔

(الحکم 31 جولائی، 10/ اگست 1904ء صفحہ 13)

(مرسلہ: داؤد احمد عابد۔ استاد جامعہ احمدیہ برطانیہ)